www.naqshbandiaowaisiah.com

ماھنامہ

المرشد

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

اللہ
رسول
محمد

فروری
2006ء

کربلا پیہم بپا ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ المرشد

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

فروری 2006 ذوالحجہ / محرم

جلد نمبر 27 ✱ شمارہ نمبر 7

فہرست مضامین

1- اداریہ	محمد اسلم	03
2- کلامِ شیخ	سیماب اویسی	04
3- اقوالِ شیخ	امیر محمد اکرم اعوان	05
4- عبادات کا حاصل	امیر محمد اکرم اعوان	06
5- اکرم التفاسیر	امیر محمد اکرم اعوان	12
6- سوال و جواب	امیر محمد اکرم اعوان	18
7- کربلا کی حقیقت	امیر محمد اکرم اعوان	23
8- دینی صحافت' زلزلہ اور نئے آئیڈیاز	سجاول خان رانجھا	32
9- اگر یہ گورے کا مسئلہ ہوتا	جاوید چودہری	34
10- اروما تھیتھی علم زرعہ اور علم الابدان میں نئی جہت	حکیم میاں عزیز احمد	36
11- کشمیر میں چندروز	ساغر اویسی	38
12- گوشہ خواتین	ام فاران	42
13- طب و صحت	ڈاکٹر محمد اقبال ظفر	45
14- حیات طیبہ (سلسلہ وار)	ابوالاحمدین	48
15- غبارہ راہ (سلسلہ وار)	امیر محمد اکرم اعوان	50
16- طریق السلوک فی آداب الشیوخ	آسیہ اسد اعوان	53

مدیر

چودھری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر : ضمیر حیدر

سرکولیشن مینیجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹرڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

بدل اشتراک

پاکستان	250	روپے سالانہ
بھارت اسری لنکا ابنگلہ دیش		
مشرق وسطی کے ممالک	100	ریال
برطانیہ۔یورپ	35	اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60	امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60	امریکن ڈالر

انتخاب جدید پریس ـ لاہور 042-6314365 | ناشر ـ پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المرشد' اے ـ ٹی ـ ایم ـ بلڈنگ' پل کوریاں' سمندری روڈ' فیصل آباد ـ 041-2668819' موبائل 0301-6045981

Web Site : www.alikhwan.org.pk

E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المرشد' اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ٹاؤن شپ' لاہور ـ فون 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

عقیدے اور عمل کا اعلان اور اولاد میں اس کا اہتمام:۔ یہاں یہ ثابت ہے کہ صرف اپنے عقیدے کی اصلاح کر لینا کافی نہیں بلکہ کافرانہ رسومات کی تردید اور خود ان سے برات کا اعلان بھی ضروری ہے نیز ان سے مقابلہ اور احقاق حق کے لئے اس قدر کوشش کی جائے کہ آئندہ نسلوں تک حق بات پہنچے اور اپنی اولاد اور نسل پر خاص توجہ دے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ اولاد کی اصلاح کے لئے بہت ہی موثر طریقہ یہ بھی ہے کہ ان کے لئے بطور خاص دعا کی جائے مگر ان کے آباؤ اجداد نے ان کی بات چھوڑ دی اور پھر سے رسومات ایجاد کرلیں اور ہم نے انہیں مہلت دی مال واولاد بخشی اور یہ بجائے شکر ادا کرنے کے اسی میں منہمک ہو گئے حتی کہ پھر اپنے کرم واحسان سے ان کے پاس کا حق کا پیغام پہنچایا۔ قرآن کریم نازل فرمایا اور نبی برحق ﷺ کو مبعوث فرمایا یہ کس قدر احسان عظیم تھا مگر جب ان کے پاس پہنچا تو کہنے لگے یہ تو جادو ہے اور ہم اس پر یقین نہیں رکھتے بلکہ ماننے سے انکار کرتے ہیں اور بطور دلیل یہ کہتے ہیں کہ اگر قرآن واقعی اللہ کی طرف سے نازل ہوا تھا تو مکہ اور طائف میں بڑے بڑے مالدار اور بااثر لوگ تھے جن کی بات مانی جاتی تھی ان پر کیوں نازل نہ ہوا۔ نبی اکرم ﷺ تو مالدار بھی نہیں ہیں۔ یہ بات اتنی بڑی جہالت ہے کہ وہ نبوت جیسی عظیم الشان نعمت کو اپنی رائے کے مطابق دینا چاہتے ہیں یعنی اللہ کی رحمت خاصہ کی تقسیم وہ کرنا چاہتے ہیں حالانکہ اس سے بہت ہی کم تر درجہ کی نعمت جو مومن وکافر سب کو ملتی ہے یعنی معیشت وہ بھی ہم اپنی مرضی سے تقسیم کرتے ہیں اور دنیا میں مختلف اوصاف میں لوگ مختلف حالات کے حامل ہیں کسی کو کچھ عطا ہوتا تو دوسرے کو کچھ اور یوں لوگ ایک دوسرے سے کام لیتے ہیں اور انسانی معاشرہ تشکیل پاتا ہے جب دنیا کی نعمتوں کا یہ حال ہے کہ از خود انسان تقسیم نہیں کر سکتا تو یہ رحمت خاصہ تو اس مال وزر سے جس کے جمع کرنے میں یہ پاگل ہو رہے ہیں بہت زیادہ اعلیٰ وارفع ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

اداریہ

اسلامی سال کی ابتدا محرم الحرام سے ہوتی ہے اور سال کے آغاز ہی سے اُمتِ مسلمہ کے دلوں میں ایک عظیم قربانی اور بدترین سانحہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اگرچہ عقیدت و محبت کے انداز مختلف ہیں لیکن شہید کربلا آج بھی متفق علیہ ہے۔ ہر مسلمان اُس کا تعلق چاہے کسی بھی مکتبہ فکر سے ہو 61 ہجری میں خانوادہ نبوت پر ڈھائے جانے والی قیامت، ظلم اور بربریت کی کسک آج بھی محسوس کرتا ہے اور کربلا کے ذکر پر اُس کی آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے تمام تر عقیدت و محبت کے باوجود ہم روایات، واقعات اور رسومات میں اُلجھ کر کربلا کی حقیقت کو نظر انداز کر بیٹھے ہیں۔

حق یہ ہے کہ آج متضاد روایات کے انبوہ کثیر سے سانحہ کربلا کے اصل واقعات کا کھوج لگانا عملاً ناممکن ہے۔ 1400 سال کی دراز مدت نے کربلا کے اصل واقعہ پر بے شمار پردے گرا دیئے اور بہت سے حقائق وقت کے طوفانوں کی نظر ہو گئے۔ تاہم متفق علیہ اور ٹھوس حقیقت یہ ہے کہ یزید کے تابع کوئی لشکر نے خانوادہ نبوت کو کربلا کے میدان میں انتہائی بے دردی اور سفاکی سے شہید کر دیا۔ عجیب تر اور حیرت انگیز بات یہ کہ چمنستان نبوت کو بے دردی سے اُجاڑنے والے مسلمان ہونے کے دعوے دار بھی تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یزید کی حضرت حسینؓ سے دشمنی کیا تھی؟ وہ کیا محرکات تھے جو اس عظیم شہادت کا سبب بنے؟ رائج الوقت زبان میں فقط اتنی سی بات تھی کہ نواسہ رسول نے یزید کو ووٹ دینے سے انکار کر دیا تھا اور اس انکار میں اتنی قوت و استقامت تھی کہ روئے زمین کے مقدس ترین خون کو خاک کربلا میں جذب ہونے دیا لیکن اپنے اصولی موقف سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹے۔

اعتدال پسندی مومن کی بنیادی صفت ہے اس لئے شہید کربلا نے سمجھوتے کا دروازہ تو کھلا رکھا مگر یزید کو امیر المومنین تسلیم نہ کرنے کا فیصلہ اٹل، بے لچک اور غیر متزلزل تھا۔

تاریخی حقائق کو مدنظر رکھا جائے تو ایک نیا نکتہ سامنے آتا ہے۔ بھاری اکثریت یزید کو خلیفہ تسلیم کر چکی تھی جس میں بعض اکابر صحابہ کرام بھی شامل تھے، اسلامی نظام بھی پورے کا پورا نافذ تھا، آئین و دستور وہی تھا جو خلافت راشدہ سے چلا آ رہا تھا، قرآن بھی اصل حالت میں موجود تھا، نمازیں پڑھی جا رہی تھیں، روزے رکھے جا رہے تھے، حضرت حسینؓ کا یزید سے ذاتی تعلق اور قرابت داری بھی تھی، وہ آپؓ کو کسی بھی طرح کا حکومتی عہدہ دینے پر پوری طرح آمادہ بھی تھا اس کے باوجود خاندان نبوت کا سربراہ یزید کو ووٹ نہ دینے پر اتنا مصر اور بضد رہا...... آخر کیوں؟

بدقسمتی سے اس "کیوں" یا دوسرے لفظوں میں حضرت حسینؓ اور یزید کے باہمی اختلاف پر بہت کم غور کیا جاتا ہے حالانکہ اس اختلاف کو سمجھے بغیر کربلا کی حقیقت تک رسائی ناممکن ہے۔ حضرت حسینؓ کو یزید سے اختلاف یہ تھا اور اس کی بیعت سے اس لئے انکار فرما رہے تھے کہ یزید نے امور سلطنت میں من مانی شروع کر دی ہے، وہ آئین و دستور سے اپنے لئے مراعات و سہولیات چاہتا ہے نیز تعیشات کا خوگر اور خواہشات کا اسیر ہے۔

حضرت حسینؓ کے موقف اور یزید کے جرم پر غور کیا جائے تو اس تلخ حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ آج کے دور میں من مانی ایک رویہ بن چکا ہے۔ ہر شخص خواہشات کی تکمیل میں اندھا دھند بھاگ رہا ہے، مراعات اور سہولیات حاصل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جس نظام کی پاسداری کے لئے خاندان نبوت ذبح ہوا وہ نظام آج دنیا کے نقشہ پر کہیں نظر نہیں آتا۔ ان حالات میں اُمت مسلمہ کو رسومات کی بھول بھلیوں سے نکل کر خانوادہ نبوت کی عظیم اور بے مثل قربانی پر از سر نو غور فرمانے کی ضرورت ہے۔ دیگیں پکانے، کانفرنسیں سجانے اور عقیدت کے زبانی دعووں اور کھوکھلے نعروں کی بجائے آج کربلا کو مشعل راہ بنانے اور حضرت حسینؓ کو حقیقی رہنما تسلیم کر لینے کی ضرورت ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر | نشانِ منزل | کونسی ایسی بات ہوئی ہے | سوچ سمندر | متاعِ فقیر | آس جزیرہ | دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں، اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سیکھا یا کم، سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

حسینؓ و یزید

ڈھل گیا سنت کے سانچے میں حسینؓ
ہے خلاف سنت سرورؐ یزید

جان دے کر حق کو واضح کر گیا
بڑھ گئی اس سمت تاریکی مزید

ہے نمونہ خلق نبویؐ کا حسینؓ
جس سے محرومی کا ہے مظہر یزید

جان و مال و خانداں قرباں حسینؓ
دار دنیا کی طلب کا در یزید

کٹ گیا سر جھک نہ پایا یہ حسینؓ
جھک گیا باطل کے جو در پر، یزید

آج بھی حق کی علامت ہے حسینؓ
آج بھی جور و جفا کا گھر یزید

یہ تو دو معیار ہیں، پیمانے ہیں
تا ابد حق اور باطل کے نقیب

خود کو دیکھو کون سی صف میں ہو تم
جس کا قائد ابن حیدرؓ یا یزید

اپنے قول و فعل کو، کردار کو
دیکھ لو سیماب ہے کس کے قریب

www.naqshbandiaowaisiah.com

اقوالِ شیخ

☆......جہاں جہالت ہوتی ہے وہاں عدل نہیں ہوتا' عدل بھی علم کے ساتھ منسلک ہے۔

☆......اُمت محمد یہ پر پوری انسانیت کی اصلاح کا بوجھ رکھا گیا اور اُمتی ہونے کے دعویدار اپنی ذات کی اصلاح سے بھی گئے گزرے ہوگئے تو دنیا میں امن کہاں سے آئے گا؟

☆......وصال نبوی ﷺ تک 84 کے قریب غزوات وسرایہ حکومتی سطح پر لڑی گئیں لیکن ان میں مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد سینکڑوں میں تھی۔

☆......زندگی کا ہر ہر لمحہ اللہ کی نافرمانی سے بچنا' اُس کی اطاعت وفرمانبرداری کے لئے کوشاں رہنا اور اپنے آپ کو اُس کے احکام کے لئے مجبور کردینا جہاد اکبر ہے۔

☆......جس بندے کو یہ تمیز نہیں ہے کہ جو میں کھا رہا ہوں یہ حلال ہے یا حرام ہے' ڈاکے کا مال ہے یا صدقے کا مال ہے وہ جہاد کیا خاک کرے گا۔

☆......ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ کسی نئے نبی کی' کسی نئی کتاب کی ضرورت ہی پیدا نہ ہوگی۔ یہی اسلام کی خوبی ہے۔

☆......قرآن کہتا ہے کہ ہر انسان کو دو بنیادی حق حاصل ہیں۔ ایک زندہ رہنے کا اور دوسرا عقیدہ رکھنے کا۔ اُس پر کوئی زبردستی نہ کی جائے۔

☆......انسانیت کی بقا کیلئے امن وسکون آج بھی اسلام کے دامن میں ہے۔

☆......ہم سب سمجھوتے کی زندگی جی رہے ہیں۔ میں بھی اور آپ بھی' پیر صاحبان بھی اور مولوی صاحبان بھی۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

عبادات کا حاصل عملی زندگی کی اصلاح ہے۔

عبادات کا اجر نقد وصول ہوتا ہے اور ہر آدمی اپنا اندازہ کر سکتا ہے' دوسرے کا نہیں۔

عبادات کی توفیق بھی ہو اور ساتھ ذکر کی توفیق بھی ارزاں ہو جائے اور پھر بھی زندگی میں مثبت تبدیلی نہ آئے' سوچوں کا دھارا نہ بدلے' زندگی کی حقیقت سے آشنائی نہ ہو۔ تو کیا فائدہ؟۔

اپنے حقوق تو مجروح بھی ہوں تو معاف کر دینے میں زیادہ اُجر ہے لیکن جہاں بدلہ لینے کا حکم ہے وہاں معاف کرنے کی بجائے بدلہ لینا زیادہ بہتر ہے۔ ایسے جرائم جو معاشرے کو متاثر کرتے ہیں اُن میں بدلہ لیا جانا ہی ضروری ہوتا ہے۔

28/7/2005 کو دارالعرفان منارہ ضلع چکوال میں

امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ' کا فکر انگیز خطاب

الحمد اللّٰہ رب العٰلمین o

والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین o

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم o

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم o

ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر o والذکر اللّٰہ اکبر o

اللھم سبحنک لا علملنا

الا ماعلمتنا انک انت العلیم الحکیم

مولایٰ صل وسلم دائماً ابداً

علیٰ حبیبک من زانت بہِ العُصُرُوا

اس عالم فانی میں، جو فرصت کسی کو ملی ہے تھوڑی ہے یا بہت وہ تعمیر آخرت اور دائمی زندگی کے لئے ہے۔ انسان جو کردار اپنا تا ہے اُس کے ثمرات اُسے آخرت میں نصیب ہوتے ہیں۔ اب یہ اُس کی عطا ہے کہ روزمرہ کے معمولات پر کتنے بے بہا انعامات عطا فرماتا ہے' اُس کی کوئی حد

www.naqshbandiaowaisiah.com

نہیں ہے جسے چاہے جتنا چاہے عطا کر دے' لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اُس کی عطا ہماری امیدوں ہماری توقعات سے کہیں زیادہ ہے اس عملی زندگی کے ساتھ اللہ کریم نے عبادات فرض کیں' عبادات کا حاصل جو ہے وہ عملی زندگی کی اصلاح ہے۔ ہمارے ہاں ایک لفظ ہے...... "ثواب" یہ کام کرواتا ثواب ملے گا' یہ کام کرواتا ثواب ملے گا اور اُس کی تعداد ہم بڑھاتے جاتے ہیں۔ ثواب کا کوئی مفہوم متعین نہیں کرتا کہ ثواب کیا ہے۔ کوئی ٹھوس چیز ہے' کوئی نقدی ہے کیا بلا ہے' کیا ثواب ملے گا۔ اس آیت کریمہ نے ثواب کی تشریح کی ہے۔ مثلاً مسلمان جب صلوۃ ادا کرتا ہے تو اُس کا ثواب کیا ہے۔ **ان الصلوة تنهى عن الفحشا والمنكر**. تو اُس کی نماز اُسے فواحشات سے اور مناہی سے بچاتی ہے۔ یہ نہیں کہ ہم نے نماز پڑھی اور پھر مرنے کے بعد اُس کا ثواب ملے گا' نہیں۔ ورنہ تو کفار کے حق میں بھی قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا **هل ثوب الكفار ما كانو يفعلون**. کافروں کو اور کیا ثواب ملے گا وہی ملے گا جو اُن کا عمل ہے جو وہ کرتے تھے۔ ثواب کا مطلب ہے پھل' نتیجہ' بدلہ...... نیکی پہ بھی ملتا ہے گناہ پہ بھی ملتا ہے۔ برائی کا بھی بدلہ ہے نیکی کا بھی بدلہ ہے کافر کا بھی بدلہ ہے ہمارے ہاں جو رواج ہو گیا ہے ہم نے تو یہ سمجھ لیا ہے کہ ثواب صرف مسلمان کی میراث ہے تو ثواب کا معنی تو بدلہ ہے' بدلہ تو کافر کو کفر کا بھی ملے گا' گنہگار کو گناہ کا بھی ملے گا' نیک کو نیک کا ملے گا تو نیک کو کیا بدلہ ملتا ہے؟ تو ارشاد فرمایا

ان الصلٰوة تنهى عن الفحشاء والمنكر. یقیناً صلوۃ بے حیائی سے اور برائی سے بچاتی ہے۔ آخرت میں جو اجر ملے گا' وہ برائی سے اور بے حیائی سے بچنے کا ہو گا۔

لیکن یہاں جو نیکی کا اجر ہے وہ فوری مل جائے گا کہ گناہ چھوٹنے لگ جائیں گے اور نیکی کی توفیق ارزاں ہونے لگ جائے گی ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ ہم نمازیں بھی پڑھتے ہیں دوسری عبادات بھی کرتے ہیں روزے رکھتے ہیں حج کرتے ہیں زکوۃ دیتے ہیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ عملی زندگی پہ کوئی فرق نہیں پڑتا بازار میں دیکھیں تو میرے خیال میں ننانوے فیصد سے بھی زیادہ دکاندار حاجی ہیں لیکن آپ اعتبار کسی پہ بھی نہیں کرتے۔ اکثر نمازی بھی ہیں لیکن کوئی سچ نہیں بولتا پورا نہیں تولتا تو یہ کیوں ہوتا ہے؟ اب ایک دوا ہے بخار کے لئے آپ دوا بھی کھاتے ہیں اور بخار پہ کوئی اثر بھی نہیں کرتی اس کا مطلب ہے کہ یا تو آپ بدپرہیزی بہت زیادہ کرتے ہیں اور دوا کی مقدار کم ہے یا پھر دوا خالص نہیں ہے اُس میں کسی نے آمیزش کر دی ہے' نقلی ہے۔ اسی طرح جب ہم نماز روزہ عبادات کرتے ہیں اور اُس کے ساتھ گناہ بھی جاری رکھتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ جو دوا ہم کھا رہے ہیں وہ خالص نہیں ہے' اُس میں اثر نہیں ہے۔ اب ہمارے ملک میں کتنی دوائیں ہیں جو بڑی مہنگی بکتی ہیں لیکن اُن میں ملاوٹ ہوتی ہے' آمیزش ہوتی ہے لوگ کھاتے ہیں جان بچانے کے لئے لیکن اُس سے مر جاتے ہیں۔

اس طرح عبادات کا اجر نقد وصول ہوتا ہے اور ہر آدمی اپنا اندازہ کر سکتا ہے دوسرے کا نہیں۔ یہ بھی ایک رواج ہو گیا ہے کہ ہم ہر دوسرے پر چیک رکھتے ہیں کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ دوسرے کی سمجھ نہیں آتی اپنی سمجھ ضرور آتی ہے کہ میرے کردار میں کتنی کمی یا کتنی خامی تھی اور جب مجھے اللہ نے عبادت کی توفیق دی' جب میں سربسجود ہوتا ہوں جب نماز پڑھتا ہوں تو کتنے گناہوں سے بچ جاتا ہوں اور اس طرح ایک سفر شروع ہو جاتا ہے بُرائی سے نیکی کی طرف۔ دن میں اگر دس خطائیں ہو رہی تھیں تو اُن کی تعداد نو ہو جاتی ہے آٹھ ہو جاتی ہے سات ہو جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ اللہ توفیق دیتا ہے تو گناہوں سے جان چھوٹ جاتی ہے اور بندہ نیکی کی طرف لگ جاتا ہے نیک کام کی طرف لگ جاتا ہے خلوص قلب پہ لگ جاتا ہے پھر اس کے ساتھ اگر ذکر الٰہی کی توفیق بھی ہو جائے تو فرمایا۔

ولذكر الله اكبر. ذکر کی تو پھر بات ہی کیا' یہ تو بہت بڑی بات ہے یعنی کسی دوائی کی آپ طاقت بڑھانا چاہتے ہیں۔ اب طبیب طاقت بڑھانا چاہتے ہیں تو اُس میں مختلف دوسری دو تین دوائیں ملا دیتے ہیں۔ ڈاکٹر مختلف وٹامن یا مختلف چیزیں ایک ٹیبلٹ میں جمع کر دیتے ہیں اُس کی

www.naqshbandiaowaisiah.com

طاقت بڑھانے کے لئے اُس شیشی پہ یا بوتل پہ پڑھیں تو پچاس نام لکھے ہوتے ہیں جو اُس ایک دوا کی طاقت کو بڑھانے کا کام کرتے ہیں' اُسے زیادہ موثر بناتے ہیں اسی طرح فرمایا ولذکر اللہ اکبر۔ اگر کسی کو ذکر دوام نصیب ہو جائے تو یہ اس سے بڑی تو کوئی بات ہی نہیں۔ اللہ کا ذکر ہے اللہ کی صفت ہے' جیسے اللہ بڑا ہے اُس کی صفات بھی بڑی ہیں اور اس کے بعد تو کسی بات کی گنجائش بھی نہیں رہ جاتی کہ اب اس سے بڑی کوئی دوائی ہوگی' اس سے بڑا تو کوئی علاج ہی نہیں ہے۔ تو یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ عبادت کی توفیق بھی ہو اور ساتھ ذکر کی توفیق بھی ارزاں ہو جائے اور پھر بھی زندگی میں مثبت تبدیلی نہ آئے' سوچوں کا دھارا نہ بدلے' زندگی کی حقیقت سے آشنائی نہ ہو تو کیا فائدہ؟ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم نے مرض اتنا بڑھا لیا ہے کہ یہ لاعلاج ہو گیا ہے اور دنیوی جو علاج ہیں اُن سے تو مرض بڑھ جاتا ہے لاعلاج ہو جاتا ہے لیکن جو رب جلیل نے ارشاد فرمادیا ہے اس سے بڑا کوئی مرض نہیں۔ آدمی کو یقینی شفا ہو سکتی ہے' ہاں ایک بات رہ جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو صحت مند ہونا نہیں چاہتا دوا بھی کھاتا رہتا ہے لیکن اُسے صحت کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں ہے اور وہ صحت مند ہونا ہی نہیں چاہتا تو وہ بے نیاز ہے وہ بھی اُس کی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کس حال میں مرتا ہے تو عبادات کی توفیق بھی ہو اور ساتھ ذکر الٰہی کی توفیق بھی ہو لیکن اصلاح ہوتی نظر نہ آتی ہو تو پھر اپنے دل میں جھانکنا پڑے گا کیا ہم نے کبھی موازنہ کیا ہے؟ دنیا یا دنیا کی لذات یا دنیا کی دولت یا دنیا کی نعمتیں کیا ہیں اور آخری اور ابدی اور دائمی زندگی اور اُس کی نعمتیں کیا ہیں تو ہم کس چیز کو چھوڑ کر کس کو اختیار کر رہے ہیں۔ آخرت کو ضائع کر کے دنیا کی وقتی لذتیں ہم اختیار کر رہے ہیں اگر اس کا موازنہ کیا جائے اور اللہ شعور دے تو دنیا تو ایک آزمائش ہے اور دنیا کی زندگی میں کوئی شخص کسی وقت بھی بے فکر ہو کر زندہ نہیں رہ سکتا کوئی نہ کوئی مصیبت کوئی نہ کوئی دکھ کوئی نہ کوئی بیماری کوئی نہ کوئی تکلیف موجود رہتی ہے یہ خاصہ ہے دنیوی زندگی کا۔ سوائے اُن لوگوں کے کہ جنہیں اللہ کی یاد میں فنا نصیب ہو جائے' دنیاوی لذات سے بالاتر ہو جائیں اور دنیا کی زندگی بھی عملی طور پر گزاریں' لیکن اُس میں اُن کا دل نہ اٹکا ہو۔ دل آخرت میں اٹکا ہو اور دنیا کو ایک فرض سمجھ کر اپنی ذمہ داری پوری کر رہے ہوں اور جب موت آئے تو اُس کے لئے تیار ہوں کوئی یہ فکر نہ ہو کہ فلاں کام کا کیا ہوگا کسی کا کچھ بھی نہیں ہوگا۔ جب تک ہمارے ذمے ہے ہم کر رہے ہیں' موت آئے گی تو وہ ذمہ داری کسی اور پہ چلی جائے گی ہمیں فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے زمین ہے جائیداد ہے مکان ہے گھر ہے پیسہ ہے گاڑیاں ہیں تو ہماری تو نہیں ہیں' ہمارے پاس اللہ کی امانت ہیں' ہمیں استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ استعمال کی حدود و قیود ہیں' کہاں ہم کر سکتے ہیں کہاں نہیں'۔ جب اپنی نہیں ہیں تو جس کی ہیں اُس نے جہاں استعمال کی اجازت دی ہے وہاں استعمال ہوں گی جہاں اُس نے اجازت نہیں دی وہاں نہیں ہوں گی' سادہ سی بات اور جب چھوڑ کر جانا ہوا تو حکم ہوگا' اچھا بھئی! اب تم چھوڑ دو اب فلاں استعمال کرے گا۔ تو بات ہی ختم ہو گی' ذمہ داری ہی ختم ہو گئی۔ بندے کو خوشی ہونی چاہئے کہ چلو الحمدللہ جان چھوٹی جو کچھ مجھ سے ہو سکتا تھا میں نے کر لیا' اللہ نے توفیق دی' اب جس کے سر آئے گی وہ نبھاتا رہے گا۔ یہ فرق ہے مومن اور کافر میں۔ کافر کے پاس آخرت کا تو ایمان و یقین نہیں ہوتا سب کچھ دنیا ہی کو سمجھ لیتا ہے یہ میری ہے' میری ہے' میری ہے پھر جب اُسے چھوڑنا پڑتی ہے تو بڑی حسرت ہوتی ہے کہ یہ تو ہر چیز گئی۔ چونکہ اُس کا دل اُس میں اٹکا ہوا ہوتا ہے۔ مومن دنیا کا سارا کام جو اُس کے ذمے ہوتا ہے' جس کی اُسے استعداد ہے جو اُس پر فرض ہے یا جو اُس کے لئے سنت ہے یا واجب ہے۔ زندگی عام آدمی ہی کی گزارتا ہے' بھوک پیاس برداشت کرتا ہے' کھانا اچھا مل جائے اچھا کھاتا ہے کبھی اچھا نہیں ہوتا گزارے کا ہوتا ہے اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ جو زندہ رہنے کے لئے جو نصیب میں ہے مل رہا ہے۔ اُس کے پاس دولت ہو اُس کے پاس جائیداد ہو اُس کے پاس دنیا کی نعمتیں ہوں اُسے چھوڑتے ہوئے دکھ نہیں ہوتا۔ اُسے پتہ ہوتا ہے کہ ان میں میرا کچھ بھی نہیں ہے یہ تو مجھ پر امانت تھی بوجھ تھا چلو اچھا ہوا یہ پرایا مال تھا اسے چھوڑ کر اب اپنے گھر جائیں وہاں جو کچھ ہوگا میرا اپنا ہوگا' میری اپنی پسند پہ خرچ ہوگا' جیسا چاہوں گا کروں گا۔ تو کتنا فرق ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

نشان مرد مومن باتو گویم

چوں مرگ آید تبسم برلب اُوست

علامہ مرحوم نے جو یہ شعر کہا تو یہ بڑی خوبصورت منظر کشی کرتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ کو مرد مومن کی نشانی بتاؤں جب موت آتی ہے تو اُس کے لبوں پہ تبسم آ جاتا ہے خوش ہو جاتا ہے خوشی اس بات کی ہوتی ہے نا کہ یہاں تو میں مجبور تھا جو کچھ میرے پاس تھا وہ میرا نہیں تھا' اُس پہ میرا اختیار نہیں تھا' اُسے میں برت سکتا تھا خرچ کر سکتا تھا لیکن مرضی کسی اور کی تھی' مال کسی اور کا تھا تو اب اُس نے وہ ذمہ داری مجھ سے لیکر کسی اور پہ ڈال دی پیچھے آنے والے پہ اب وہ جانے اُن کا کام جانے اور میں مزے سے بچ گیا جہاں میں جارہا ہوں وہاں سب کچھ میرا اپنا ہے۔ وہاں میں جو چاہوں گا جس طرح چاہوں گا خرچ کروں گا۔ تو اُس کے ہونٹوں پہ تبسم آ جاتا ہے اُسکے لبوں پہ مسکراہٹ آ جاتی ہے اُسے خوشی ہوتی ہے کہ مصیبت سے نکل کر راحت کی طرف جارہا ہوں اور یہ تب ہی ہوتا ہے جب یہ یقین نصیب ہو جائے کہ یہ سب کچھ میرا نہیں ہے۔ میں ایک امین ہوں۔ جتنا کچھ جو کچھ اُس نے دیا ہے یہ ساری میری آزمائش ہے اور اگر زیادہ دے دیا تو زیادہ بڑی آزمائش ہے۔

حضرت عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کے پاس بہت زمینیں تھیں اور اُس وقت مشینیں تو نہیں تھیں بیلوں سے ہل جوتا جاتا تھا تو اُن کی زمینداری میں سو ہل جوتے جاتے تھے' سو ہل کے لئے دو سو تو بیل ہوں گے پھر اور مویشی بھی ساتھ ہوں گے تو سو ملازم تو صرف ہل چلانے والا ہوگا باقی مویشیوں کی ذمہ داری' کاشت برداشت کی دیکھ بھال کرنا تو ایک بہت بڑا سلسلہ تھا اور آپ کی رہائش بھی بالکل جتنی آپ کی حیثیت تھی اُس طرح کی تھی۔ اچھا لباس' اچھی خوراک' اچھا رہنا بود و باش بلکہ جو کہا گیا

چوں فقر اندر عبائے شاہی آمد

زتدبیر عبید اللہ آمد

کہ یہ فقر جو ہے جب شاہی لباس میں آیا تو وہ تو حضرت عبید اللہ احرار تھے جن کی وجہ سے یہ اس میں آیا۔ ورنہ تو یہ لوگ موٹا جھوٹا کپڑا پہن کر دنیا سے کنارہ کش ہو جاتے انہوں نے فرمایا یہ تو صحیح طریقہ نہیں ہے۔ تو ایک شخص اُن کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ سوچا کرتا تھا کہ کمال ہے عالم بھی بہت بڑے ہیں اللہ اللہ کرتے بھی ہیں کراتے بھی ہیں اتنے مالدار ہیں اور پھنسے ہوئے ہیں دنیا میں توجہ کا موسم آ گیا۔ تو ایک دن اُس نے عرض کی کہ حضرت اگر آپ بھی وقت نکالیں تو اس دفعہ تو جی چاہتا ہے کہ حج کیا جائے انہوں نے فرمایا "یار! بڑی اچھی بات کی تو نے بڑا نیک ارادہ ہے تو آج کا دن تیاری کر لو کل صبح نکل چلیں گے انشاء اللہ وقت تھوڑا رہ گیا حج میں بمشکل پہنچیں گے"۔ تو وہ گھبرا گیا' اُس کا خیال تھا کہ یہ جواب دیں گے کہ میرا فلاں کام باقی ہے فلاں باقی ہے بیجائی کرانی ہے کٹائی کرانی ہے وہ فصل ہے یہ ہے وہ ہے تو وہ گھبرا گیا تو انہوں نے پوچھا "بھئی! تم کچھ گھبرا سے گئے ہو"۔ کہنے لگا حضرت میں نے تو امتحاناً کہا تھا کہ آپ تو بہت زیادہ مصروف ہیں تو آپ کہیں گے کہ فرصت نہیں فرمایا "میں تو مصروف نہیں ہوں یہ تو کسی کی امانت ہے میرے پاس ہے میں کر رہا ہوں اگر میں نہیں ہوں گا تو کوئی اور کرتا رہے گا۔ تو میری عدم موجودگی میں میرے وارث موجود ہیں اُن سے کہوں گا۔ بھئی میاں میں توجہ پہ جارہا ہوں تمہارا کام ہے کرو اچھا کریں گے یا بُرا کریں گے مجھے اس کی کیا پرواہ۔ وہ جس کا ہے وہ پوچھ لے گا۔ ٹھیک کیا یا غلط۔ میرا تو ہے نہیں" تو اُس نے معذرت کی کہ آپ تو فارغ ہیں لیکن شاید میں خود دنیا میں ڈوبا ہوا ہوں' میں نہیں نکل سکتا۔

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بحری جہازوں سے امپورٹ اور ایکسپورٹ کیا کرتے تھے تو ایک دن خبر آئی کہ ایک ہمارا جو بحری جہاز آ رہا تھا وہ سامان سمیت غرق ہو گیا۔ آپ کو مجلس میں خبر ملی تو آپ نے فرمایا...... "الحمد للہ" پھر بعد میں خبر آئی کہ جی نہیں وہ غرق ہونے والا کسی

www.naqshbandiaowaisiah.com

اور کا جہاز تھا۔ ہمارا جہاز سلامت ہے اور کل پہنچ رہا ہے۔ جب دوسری خبر آئی تو پھر آپ نے تھوڑا سا تامل فرما کر فرمایا...... ''الحمدللہ''۔ بعد میں کسی بے تکلف نے پوچھا کہ حضرت جہاز غرق ہو گیا تو آپ نے کہا ''الحمدللہ'' تو میں سمجھا اُس میں کوئی مال خراب ہو گا یا کوئی ایسی بات ہو گی۔ وہ بچ گیا تو بھی آپ نے کہا ''الحمدللہ'' تو سمجھ میں نہیں آئی بات۔ یا تو اُس کے غرق ہونے پہ الحمدللہ پڑھتے یا بچنے پہ پڑھتے تو آپ نے فرمایا میں نے تو جہاز کے لئے الحمدللہ نہیں پڑھا۔ تو پھر آپ نے کس لئے پڑھا۔ فرمایا جب مجھے خبر ملی کہ مال سے لدا ہوا جہاز غرق ہو گیا تو میں نے اپنے قلب پہ غور کیا تو میرے قلب پہ کوئی فرق نہیں پڑا تھا تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ میرا دل اُس میں اتنا نہیں الجھا ہوا کہ جہاز غرق ہو گیا تو دل پریشان ہو جائے گا۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور جب اطلاع آئی کہ بھئی نہیں وہ جہاز کسی اور کا تھا ہمارا بچ گیا تو میں نے پھر اپنے قلب پہ غور کیا کہ اسے کہیں کوئی زیادہ خوشی تو نہیں ہو رہی تو میرے قلب کا تو وہی حال تھا جو اللہ کے ساتھ اُس کا پہلے ہے۔ تو میں نے اُس پہ الحمدللہ پڑھا کہ یہ سارا مال اللہ کا شکر ہے کہ میرے دل کو متاثر نہیں کرتا باقی ٹھیک ہے چل رہا ہے کام۔ تو میں نے تو الحمدللہ اس بات پہ پڑھا کہ اللہ نے میرے دل کو سلامت رکھا ہوا ہے۔ اب ایک آدمی اُس زمانے میں امپورٹ ایکسپورٹ کرتا ہے تو کس پائے کا بندہ ہو گا' کتنے اُس کے ملازم ہوں گے' کتنی اُس کی تجارت ہو گی' باہر ممالک میں کتنے اُس کے تعلقات ہوں گے' کتنا لین دین ہو گا لیکن اُس سارے میں دل کو سلامت رکھا ہوا ہے اسے فریضہ اور ذمہ داری سمجھ کر ادا کیا جا رہا ہے کہ میری ڈیوٹی ہے میں کر رہا ہوں میں نہیں ہوں گا کسی اور کے ذمے لگے گی وہ کرتا رہے گا۔ اچھی کرے گا تو اللہ اجر دے گا۔ خراب کرے گا تو میری بلا سے میرا تو کچھ نہیں بگاڑنا۔

تو عبادات پہ جتنی محنت اللہ توفیق دیتا ہے ہم کرتے ہیں ہمیں اُس کا موازنہ بھی کرنا چاہئے کہ اس نماز روزے سے میرے عملی زندگی میں کتنا فرق پڑا۔ لوگ خرابی کرتے ہیں' دشمنی کرتے ہیں' زیادتی بھی کرتے ہیں لیکن اُس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر لوگ بُرائی کرتے ہیں تو ہم بھی بُرائی شروع کر دیں۔ یہ کوئی جواز نہیں ہے۔ ہم لوگوں کے جوابدہ نہیں ہیں۔ لوگ جو کرتے ہیں کریں انہوں نے اپنا جواب دینا ہے۔ ہم سے ہمارے بارے پوچھا جائے گا اور جہاں شریعت نے اجازت دی ہے جو کرنے کی وہ کرنا چاہئے بلکہ اپنے حقوق تو مجروح بھی ہوں تو بدلہ لینے کی نسبت معاف کر دینے میں زیادہ اُجر ہے لیکن جہاں بدلہ لینے کا حکم ہے وہاں معاف کرنے کی بجائے بدلہ لینا زیادہ بہتر ہے۔ ایسے جرائم جو معاشرے کو متاثر کرتے ہیں اُن میں بدلہ لیا جانا ہی ضروری ہوتا ہے۔

ولکم فی القصاص حیوۃ یاولی الالباب. معاشرے کی زندگی قصاص میں ہے۔ معاشرتی جرائم جو کرتے ہیں ایسے جرائم ڈاکہ چوری قتل جو کرتے ہیں جو معاشرے کو متاثر کرتے ہیں اُن میں اگر معافی شروع ہو جائے تو معاشرے کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ جس طرح ہمارے ہاں اب چور ڈاکوؤں کے ساتھ وہ سلوک تو کوئی نہیں ہوتا۔ پوچھتا کوئی نہیں تو دن بدن بُرائی بڑھتی جا رہی ہے۔ جہاں صرف ذاتی حق ہو اپنی ذات کو نقصان پہنچتا ہو تو اُس کا بدلہ لینے کی بجائے درگزر کیا جائے تو اُس پہ زیادہ اُجر ملتا ہے۔ تو بہرحال یہ سارے احکام ہیں شریعت کے اور قاعدے اور ضابطے ہیں زندگی کرنے کے اور مختصر سی بات یہ ہے کہ اس دنیا کا ایک تنکا بھی نہ میرا ہے نہ آپ کا۔ اگر ہمارے پاس دولت ہے مکان ہے گھر ہے اور اولاد ہے گاڑیاں ہیں تو سب کچھ اللہ کا مال ہے ہم اُس کے امین ہیں۔ ہم اپنی مرضی سے اُس میں تصرف نہیں کر سکتے' جو اجازت وہ دے وہ کر سکتے ہیں جہاں وہ روک دے وہاں ہمارا نہیں ہمیں رُکنا پڑے گا اور آخرت کی زندگی میں جو وہ عطا کرے گا وہ آپ کا ہو گا اُسے جو جی چاہے جیسا جی چاہئے کریں۔ اس لئے کہ آخرت کی زندگی غلطی اور گناہ سے پاک ہو گی۔ شیطان کا دخل وہاں نہیں ہو گا۔ نفس بھی پاک ہو جائے گا اور جنت میں نافرمانی یا گناہ کا کوئی تصور ہی نہیں ہو گا۔ وہاں نمازیں بھی فرض نہیں ہوں گی' روزے بھی فرض نہیں ہوں گے۔ وہاں کسی چیز کی ضرورت نہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہو گی۔ از خود ہر چیز اللہ کی مرضی کے مطابق ہوتی چلی جائے گی اور بندے کو بھی مرضیات باری میں ہی لذت ملے گی۔ اُس کے خلاف سوچے گا بھی نہیں۔ کوئی ذکر کرے گا تو اپنا لطف لینے کے لئے کوئی سجدہ کرے گا تو سجدے کا مزا لینے کے لئے فرض نہیں ہوگا کہ یہ ضروری ہے کرو۔ کریں گے لوگ وہاں اس لئے کہ یہاں کا اثر اور ہے وہاں کا اثر اور ہے۔ یہاں کا اثر یہ ہے کہ کردار پہ اثر مرتب ہوتا ہے وہاں کا یہ ہے کہ وہاں کی لذات نصیب ہوں گی اُس پہ اثر نہیں ہوگا اور پھر اگر عبادات کے ساتھ ذکر الٰہی کی توفیق بھی ارزاں ہو جائے تو فرمایا۔

ولذکر اللہ اکبر۔ یہ تو پھر بہت بلا دوا بن گئی۔ یہ تو اتنی بڑی دوا بن گئی کہ اب اس کے بعد کسی اور دوا کی گنجائش باقی نہیں رہتی اس لئے اس کے ساتھ تو شفا ہونی چاہئے۔ اب کسی کو کتنی شفا ہو رہی ہے یہ جائزہ ہمیں ہر ایک کو اپنا اپنا لینا ہوگا۔ یہاں بھی یہ مصیبت ہے کہ ہم ہر دوسرے کا جائزہ لیتے رہتے ہیں اُس نے یہ کہا اُس نے یہ کیا۔ اپنا کبھی سوچا ہی نہیں کہ میں نے دن بھر کیا کہا اور میں نے دن بھر کیا کیا۔ تو دیکھنا اپنا چاہئے۔

اب اجتماع کی حاضری سے پہلے بھی ہماری ایک روٹین ہے زندگی کا ایک طریقہ کار ہے اب اجتماع میں اللہ توفیق دیتا ہے بے شمار لوگوں کے ساتھ مل کر رات دن اللہ اللہ کرتے ہیں۔ تعلیم و تربیت ہوتی ہے نمازیں ہوتی ہیں تو ہمیں جائزہ لینا چاہئے کہ اجتماع میں آنے سے پہلے میرا مزاج میری سوچ میرا کردار کیا تھا اور یہ جو میں نے دوا کھائی اتنے دن رہ کر پرہیز بھی کی' دوا بھی کھائی' گھر بھی چھوڑا' کام کاج بھی چھوڑا تو اس میں مجھے کتنا افاقہ ہوا اور جب بندہ واپس جائے تو یقیناً تھوڑا سا تو مختلف ہونا چاہئے جیسے حاجی حج پر جاتا ہے اور بندہ واپس آئے تو تھوڑا سا اُسے مختلف ہونا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ حج آخری دوا ہے ایسی دوا ہے کہ جو حج کر لیتا ہے وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے جیسے وہ آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ تو اگر یہ کیفیت نصیب ہو تو پھر تو اُس کے لئے وہ بندہ بالکل بدل جائے ملنے جلنے والوں کو لگے کہ یہ بندہ گیا تھا کوئی اور تھا آیا ہے کوئی اور ہے جو اُس کے ساتھ کاروبار کرنے والے ہیں معاملات میں عبادات میں ہر چیز میں تبدیلی آ جائے لیکن ہمارے ہاں تو ہوتا تو کچھ بھی نہیں۔ یہ کچھ بھی کیوں نہیں ہوتا؟ اس میں پھر وہی بات شامل ہے جو اللہ نے اجازت دی ہے۔

فمن شاء فلیومن و من شاء فلیکفرO جو چاہتا ہے ایمان لے آئے اور جو چاہتا ہے وہ کفر اختیار کر کے بھی دیکھ لے انسان کو اختیار ہے۔

انا ھدینہ السبیل اما شاکراً واما کفوراً O راستے کھلے ہیں شکر کرنا چاہتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اگر اس سب علاج کے بعد شفا نہیں ہوتی تو پھر ہم نے راستہ دوسرا چنا ہوا ہے۔ ہم خود ٹھیک ہونا ہی نہیں چاہتے اور یہ بڑی بدنصیبی کی بات ہے تو پھر اگر اس علاج معالجے کے درمیان اس کا پتہ چل جائے تو آدمی فوراً رجوع کرے' اللہ سے مدد مانگے' خلوص سے توبہ کرے اور کوشش کرے کہ ہر مجاہدہ اُس میں مثبت تبدیلی لائے وہ ایک اچھا انسان ثابت ہو کہ آخرت کا مدار اس کردار پر ہے جو اللہ ہمیں دنیا میں نصیب فرماتا ہے۔ اللہ ہمارے گناہوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے' نیکی کی توفیق عطا فرمائے' ہماری اصلاح فرمائے' ہمارے دلوں میں اپنی اپنے حبیب ﷺ کی اور آخرت کی محبت پیدا فرمائے۔

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

..................☆☆☆☆☆..................

www.naqshbandiaowaisiah.com

امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ کے فی البدیہہ خطبات پر مشتمل زیرِ طبع تفسیر قرآن حکیم

''اکرم التفاسیر''

سے اقتباس.........

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 14-1-2005

الحمد اللّٰہ رب العلمین o

والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہٖ محمد والہٖ

واصحابہٖ اجمعین o

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم o

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم o

ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء

والمنکر o والذکر اللّٰہ اکبر o

اللھم سبحنک لا علملنا

الا ماعلمتنا انک انت العلیم الحکیم

مولایٰ صل وسلم دائما ابداً

علیٰ حبیبک من زانت بہ العضوا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس خالق کائنات نے پیدا فرمایا موت کو اور حیات کو۔ لیبلوکم۔ تاکہ تمہیں آزمائے' تمہارا امتحان ہو۔ ایکم احسن ' عملا۔ تم میں سے بہترین عمل کس کے ہیں' کون اچھے اعمال کرتا ہے۔ اس آیت کریمہ نے انسانی زندگی کا پورا مقصد اور مفہوم بیان فرما دیا' قرآن کریم کی ترتیب بیان میں موت کو پہلے رکھا گیا' حالانکہ واقعتہً پہلے زندگی ہوتی ہے اور پھر موت۔ کسی بزرگ کا بھائی فوت ہوگیا اور لوگ جو افسوس کرنے گئے یا [illegible] ے لئے گئے تو لوگوں کی عادت ہوتی ہے تو کسی نے اُن پہ سوال کر دیا کہ اُن کی موت کا سبب کیا تھا' کیا ہوا' کس وجہ سے مر گئے۔ تو اُس بزرگ نے فرمایا کہ اُن کی موت کا سبب اُن کی زندگی تھی چونکہ وہ زندہ تھے اس لئے انہیں مرنا تھا۔ تو موت کا سبب خود حیات ہی کافی ہے جب زندہ ہے تو موت کے دروازے سے گزرے گا۔ لیکن قرآن حکیم نے بیان میں موت کو اس لئے مقدم رکھا کہ موت اتنی یقینی ہے کہ زندگی سے زیادہ اعتبار ہے اُس کا۔ زندگی کو تو ہم دیکھ رہے ہیں اور ہمیں زندگی پہ اعتماد ہے تو فرمایا اس زندگی سے زیادہ موت یقینی ہے لیکن کیا موت زندگی کا خاتمہ ہے؟

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

موت زندگی کا خاتمہ نہیں ہے۔ موت زندگی کی صورت بدل دیتی ہے' حیات کا عالم بدل دیتی ہے۔ ہم زندہ ہیں عالم دنیا میں' موت ہمیں عالم برزخ میں لے جاتی ہے۔ عالم بدل جاتا ہے' احکام بدل جاتے ہیں' دنیا میں بذات مکلف بدن ہے روح اُس کے تابع ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ روح ہے لیکن اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ میڈیکل سائنس نے برسوں کیا صدیوں سر پٹکا کہ کوئی اُس کا ایسا طبیعاتی یا میڈیکل ثبوت ہونا چاہئے کہ زندگی ہے۔ اب جب آکر اعضا کی پیوندکاری شروع ہوئی اور مرنے والے کے اعضاء زندوں میں لگائے جانے لگے آنکھوں کا عطیہ دے دیا۔ اب مرنے والے کی آنکھ زندہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

آدمی میں لگائی تو آنکھ دیکھ رہی ہے تو اس پر سائنس نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ کوئی چیز ایسی تھی جو مرنے والے سے چلی گئی یا نفی ہوگئی چونکہ اگر اُس کے بدن میں قصور ہوتا تو یہ آنکھ دوسرے بدن میں بھی نہ دیکھتی اس بدن میں وہ چیز ہے جو اس کو استعمال کرتی ہے اُس بدن سے وہ چیز رخصت ہوگئی جو اسے استعمال کرتی تھی اس لئے وہاں یہ آنکھ بند ہوگئی یہاں یہ آنکھ دیکھ رہی ہے تو اس طرح سے میڈیکل سائنس کو ایک ثبوت ملا کر بدن کے علاوہ اس کے اندر کوئی ایسی چیز ہے جسے روح کہیں کچھ بھی کہہ لیں لیکن کچھ ہے سہی۔

ہمارا ایمان اللہ کی کتاب اور اللہ کے نبی ﷺ کے ارشادات پر ہے۔ اللہ کی کتاب بھی ہمارے پاس نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشادات کی صورت میں پہنچی آپ ﷺ ہی نے بتایا کہ میری یہ بات جو ہے یہ کتاب اللہ ہے یا اللہ کی بات ہے لیکن حضور ﷺ کی زبان حق ترجمان سے ادا ہوئی اور آپ ﷺ کے ارشادات اُسی کتاب کی ساری تفصیل ہے سو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے۔

کہ جب قیامت قائم ہوگی اور مخلوق جمع ہوگی تو ساری مخلوق کے سامنے ایک دنبے کی شکل کا کوئی ایک جانور لایا جائے گا اور اعلان کیا جائے گا کہ سب دیکھ لو یہ موت ہے اور پھر اُس کو ذبح کر دیا جائے گا اور اعلان کر دیا جائے گا کہ آج کے بعد کسی کو موت نہیں آئے گی۔ جو جنت میں جائے گا وہ بھی ہمیشہ رہے گا اور جو دوزخ میں اور آگ کی نذر ہوگا' رہنا اُسے بھی ہمیشہ ہے موت اُسے بھی نہیں آئے گی۔ ہمیں زندگی قریب نظر آتی ہے اور ہم زندگی کے زیادہ قائل ہیں اور ہم اُس کی سہولتوں کے لئے اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیتے ہیں اللہ کریم نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ فرمایا

خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔ جو کچھ روئے زمین پر ہے تمہاری خاطر پیدا کیا گیا تم اسے استعمال کر سکتے ہو لیکن استعمال کے اور حاصل کرنے کے طریقے اور سلیقے مقرر فرما دیئے۔ اچھا مکان بناؤ اسلام منع نہیں کرتا' اچھی گاڑی رکھو منع نہیں کرتا' اچھا لباس پہنو' منع نہیں کرتا' اچھا کھاؤ' اچھا پیو منع نہیں کرتا لیکن اچھا کھانے پہننے کے لئے وسائل متعین ہیں دوسرے کا حق چھین کر مت کھاؤ۔ اپنی محنت سے کماؤ اور کھاؤ' جائز طریقے سے رزق حاصل کرو جائز وسائل سے رزق مہیا کرو اور کھاؤ پھر اسلام کا تصور حیات اور صلاحیت عمل اپنا ایک خاص رُخ رکھتی ہے۔ آج کے افراتفری کے دور میں تو شاید اسے سمجھنا بھی مشکل ہے اسلام نے جو رُخ دیا ہے حیات کا وہ یہ ہے۔

کنتم خیر اُمتہ۔ تم تمام اُمتوں سے بہترین اُمت ہو۔ اُخرجت للناس۔ تمہیں اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کا اُمتی اپنی دوسری مخلوق کی بھلائی کے لئے بنایا ہے تم وہ لوگ ہو جو اپنی زندگی کی اپنی سہولتیں قربان کر کے دوسروں کو سہولت پہنچانے کی فکر کرتے ہو۔

مسجد نبوی ﷺ میں مہمان آیا کاشانہ نبوی ﷺ پہ جس دن کھانے کو نہیں ہوتا تھا تو آپ ﷺ اعلان فرما دیتے تھے کہ مسجد میں مہمان ہے اور سیرت میں موجود ہے کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں کوئی دن ایسا نہیں ہے جس دن کا شانہ نبوی ﷺ پہ دو وقت کا کھانا موجود ہو۔ بلکہ حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ چاند طلوع ہوتا اور گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہوتا تھا پھر وہ چاند ختم ہو جاتا اور مہینہ مکمل ہو جاتا دوسرا چاند طلوع ہو جاتا اور کاشانہ نبوی ﷺ پہ غذا کا دانہ نہیں ہوتا تھا۔ تو عرض کیا گیا کہ پھر آپ ﷺ اور ازواج مطہرات کیا کھاتے تھے جب کھانے کو کچھ نہیں ہوتا تھا۔ تو فرمایا دودھ لوگ ہدیہ کر دیتے تھے اور اُس پہ گزارا ہوتا تھا یا کبھی کوئی کھانا خدمتِ عالی میں پیش کر دیتا تھا اور اُس طرح گزارا ہوتا تھا۔ خود کاشانہ نبوی ﷺ پہ کوئی چیز نہیں ہوتی تھی اور کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ کسی دن دو وقت کا کھانا موجود ہو تو ایسی صورت میں جب مہمان آجاتا تو حضور ﷺ مسجد میں اتنا ارشاد فرما دیتے کہ آج مہمان بھی ہے۔ اب لوگوں کو شوق ہوتا تھا' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین چاہتے تھے کہ یہ سعادت میرے حصے میں آئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آج اللہ کا مہمان میرے ساتھ جائے گا میرے گھر جائے گا۔

اب اُنکا اپنا عالم یہ تھا کہ دو میاں بیوی تھے اور ایک بندے کا کھانا

www.naqshbandiaowaisiah.com

تھا گھر میں اتنا آٹا تھا کہ دو چپاتیاں بنیں جس سے ایک بندے کا پیٹ بھر سکے اور دو میاں بیوی تھے دونوں نے کھانا تھا ساتھ مہمان کو بھی لے گئے اب بیوی سے مشورہ کیا کہ مہمان بھی ہے تو کیا کیا جائے انہوں نے کہا بھئی دیا بجھا دیتے ہیں مہمان سے کہیے کہ پردے کی وجہ سے ہم نے روشنی گل کر دی کھانا سب اکٹھا کھائیں گے میری بیوی بھی میں بھی، آپ بھی تو ہم دونوں صرف روٹی کو ہاتھ لگا کر منہ چباتے رہیں گے مہمان کھا لے گا اُسے کیا پتہ کہ روٹیاں کتنی ہیں اور یہ کھا رہے ہیں یا نہیں تو انہوں نے دیا بجھا دیا اور مہمان سے کہا کہ اندر ہی بیٹھ کے مل کے سارے کھاتے ہیں وہ دونوں صرف اُس کو ہاتھ لگا کر اس طرح کرتے رہے کہ کھانا کھا رہے ہیں۔ مہمان نے کھانا کھا لیا تو ارشاد فرمایا گیا قرآن کریم میں موجود ہے۔

ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ خود ضرورت مند ہوتے ہوئے اپنی ضرورت چھوڑ دیتے ہیں اور دوسرے کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔

اسلام کا تصورِ حیات یہ ہے کہ مسلمان اپنے اردگرد اپنے معاشرے اپنے ساتھ رہنے والے لوگوں اور جہاں تک اُسکا تعلق اور واسطہ ہے اُن سب کی فکر کرے کہ کوئی کیسے جی رہا ہے کسی کو کیا تکلیف ہے اور میں اُس کے کسی کام آسکتا ہوں۔ اپنی زندگی کی بقا بھی ضروری ہے ضرور کھائے اچھا کھائے لیکن صرف اپنی فکر نہ کرے اپنے ساتھ دوسروں کی فکر بھی کرے۔ آج ہم جس مصیبت میں گرفتار ہیں خواہ وہ مصیبت دہشت گردی کی صورت میں ہو خواہ وہ چوری اور ڈاکے کی صورت میں ہو خواہ وہ قحط سالی کی صورت ہو خواہ مہنگائی کی صورت ہو خواہ ناانصافی کی صورت ہو یہ ساری وہ مصیبتیں ہیں جو ہم پر مسلط ہیں اور جنہیں ہم بُری طرح محسوس بھی کر رہے ہیں جن کا ہمیں شکوہ بھی ہے لیکن سوچنا اور دیکھنا یہ ہے کہ ہر مرض کا کوئی سبب ہوتا ہے سر میں درد ہے تو اُس کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں کسی کو بخار ہو گیا تو اُس کے کئی سبب ہو سکتے ہیں اور جو معالج ہوتا ہے وہ سبب تلاش کرتا ہے بیماری کا اور اُسی سبب کو روکنے کی کوشش کرتا ہے تب بیماری رُکتی ہے صحت درست ہوتی ہے۔ ہم نے کبھی یہ سوچنے کا تکلف کیا کہ یہ اتنی ساری مصیبتیں صرف ہم پر کیوں؟ دنیا میں لوگ نفسانفسی جیتے ہیں آپ مغرب میں دیکھ لیں والدین کو بھی کوئی نہیں پوچھتا اور اولاد کو بھی کوئی نہیں پوچھتا مغربی ممالک میں بچہ پیدا ہوتا ہے بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اُس کا وظیفہ یا ادویات یا اُس کے لئے دودھ یہ چیزیں حکومت کی طرف سے ملنا شروع ہوتی ہیں پھر بچہ پیدا ہوتا ہے اُس کا وظیفہ مقرر ہو جاتا ہے اُس کے اخراجات سکول کے دوائیوں کے حکومت برداشت کرتی ہے اور جب وہ بالغ ہوتا ہے تو اُس کے وظیفے بند ہو جاتے ہیں تو میں نے وہاں یہ دیکھا ہے کہ بچوں کو بھی اور بچیوں کو بھی جوان بچیوں کو بھی والدین یہ کہتے ہیں کہ جس کمرے میں رہتی ہو اُس کا کرایہ اتنا ہے اور جو کھانا کھاتی ہو اس کا بل اتنا ہے۔

اب تمہارا وظیفہ بند ہو گیا ہے اب اپنے خرچ کا اہتمام کرو نہیں کر سکتے ہو تو گھر سے چلے جاؤ اور واقعی نکال دیتے ہیں۔ والدین کو نکال دیتے ہیں بوڑھوں کو اور "Old Home" ایسے حکومت نے ادارے خیراتی بنائے ہوئے ہیں جہاں وہ پڑے رہتے ہیں۔

میں نے ایک دفعہ نیویارک کی ایک خاتون سے پوچھا نیویارک تین چار جزیرے ہیں نیویارک کے درمیان میں سمندر ہے تو ریلوے کے پُل بھی ہیں گاڑیوں کے پُل بھی ہیں متعدد پُل ہیں اور ایک جگہ جہاں زیادہ خلا ہے وہاں وہ اُس طرح کی لگی ہوئی ہے ایک پوری بس کیبل وین کی طرح کہ وہ کیبل پہ چلتی ہے اُس کنارے سے چلی اس کنارے پہ لینڈ کر گئی اوپر وہ کیبل لوہے کی لگی ہوئی ہے تار اُس پہ۔ ویسے ہی خیال آ گیا چلو آج یہ کیبل انجائے کرتے ہیں تو ہم کیبل میں بیٹھ گئے گاڑی ڈرائیور کو کہا کہ اگلے سرے لے جاؤ تو ہم کیبل پہ آتے ہیں تو کیبل آپریٹر ایک نوجوان خاتون تھی تو میں نے اُس سے پوچھ لیا کہ تمہارا ماں باپ کوئی ہے؟ کہنے لگی ایک ماں ہے اور میں ماں کے ساتھ بہت ہمدردی کرتی ہوں، ماں کا بڑا خیال رکھتی ہوں۔ بڑی عجیب بات ہے کہ اس معاشرے میں آپ ماں کا خیال رکھتی ہیں؟۔ کہنے لگی کہ جو پیسے مجھے کپڑوں کی دھلائی کے لئے دینے پڑتے ہیں وہ میں ماں کو دیتی ہوں اور وہ میرے کپڑے دھو دیتی ہے ماں کا بہت خیال رکھتی ہوں۔ یعنی یہ بھی

www.naqshbandiaowaisiah.com

احسان تھا ورنہ وہاں یہ بھی کوئی نہیں کرتا کہ بڑھیا سے تو ایسے نہیں ڈھلتے جیسے مشین دھوکر دیتی ہے۔آپ آگے اندازہ لگا لیجئے کہ لوگ کس طرح جیتے ہیں۔

لیکن وہ لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت نہیں ہیں اُن سے کسی کو یہ امید بھی نہیں رکھنی چاہئے کہ وہ دوسروں کے لئے جیئیں گے وہ اُس نعمت سے محروم ہیں جو مجھے اور آپ کو نصیب ہے۔ وہ اُس کا پھل بھی بھگتتے ہیں پھر اگلے دن وہ بھی بوڑھے ہوتے ہیں اور اُن کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے اُن کی اولادیں بھی اُن کے ساتھ ایسا ہی کرتی ہیں۔ میں نے وہاں اسّی اسّی سالہ بزرگوں کو دیکھا میرے پاس اُن کی تصویریں موجود ہیں میں نے کیمرے سے تصویریں بنائیں جو ابھی تک میرے ریکارڈ میں موجود ہیں کہ اسی پچاسی نوے سال کا ایک بزرگ آدھے کپڑے ہیں آدھے نہیں ہیں کچرے کے ڈبوں میں سے جو بڑے بڑے رکھے ہوتے ہیں اُس میں کچرا پھینکتے رہتے ہیں پھر وہ گاڑی آتی ہے میونسپلٹی کی اور وہ اُسے اُلٹ کر لے جاتی ہے تو اُن کچرے کے ڈبوں میں سے روٹی کے بچے ہوئے ٹکڑے ڈبل روٹیوں کے یا کوئی کھانے کی چیز اور شراب کے ٹین ایک ڈبہ ہاتھ میں اور وہ ٹین ڈھونڈ رہا ہے کسی سے دو قطرے نکلے کسی سے تین نکلے اور ایک میں جمع کر کے جہاں ایک گھونٹ بنتا ہے بابا سڑک پہ کھڑا ہو کے پی لیتا ہے پھر چل پڑتا ہے تو یہ حال اُسی بوڑھے کا ہی نہیں ہے اُس کی اولادیں بھی جب بوڑھی ہوں گی تو وہی سڑکیں ہوں گی وہی کچرے کے ڈبے ہوں گے اور وہی وہ روٹیاں تلاش کر رہے ہوں گے۔

ہماری توقعات اور ہوتی ہیں ہم جب بات کرتے ہیں تو ہماری توقعات یہ ہوتی ہیں کہ اللہ ہم پر اُس طرح کرم فرمائے جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پہ فرمایا کرتا تھا ہمیں ہر میدان میں اُس طرح فتح دے۔جس طرح اُس نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دی تھی۔ ہماری مشکلات اُس طرح سے حل ہوں جس طرح ان کی حل ہوتی تھیں لیکن ہم یہ نہیں سوچتے کہ وہ کیا تھے اور ہم ہیں کیا!

نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ منورہ ایک بادشاہ نے اپنے ماہر طبیبوں کی ٹیم روانہ کی کہ وہاں رہ کر مدینہ منورہ کے لوگوں کی خدمت کریں گے اور وہ ڈیڑھ دو برس رہے ایک بندہ بیمار نہیں ہوا جسے طبیب کی ضرورت پڑے تو انہوں نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ ہم تو یہاں اپنے کام سے آئے تھے اور ہمیں تو اب طب بھولتی جا رہی ہے۔تو آپ ﷺ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ یہ لوگ بھوک رکھ کر کھانا کھاتے ہیں ابھی دو لقموں کی بھوک ہو تو کھانا چھوڑ دیتے ہیں اور نیند کی حاجت ہو تو یہ بیدار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ بیمار نہیں پڑتے۔یعنی بیکار سوتے بھی نہیں رہتے اور صرف پیٹ بھرنے میں نہیں لگے رہتے۔تو طبیبوں کو حضور ﷺ نے واپس جانے کی اجازت دے دی آپ ﷺ نے یہ دو چیزیں جو بیان فرمائیں اور یہ بات بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ یہ رزق حلال کھاتے ہیں چونکہ حرام کا تصور ہی نہیں تھا کہ مسلمان بھی حرام کھا سکتا ہے یہ سوچتا ہی کوئی نہیں تھا یہ تو سوچا ہی نہیں جا سکتا تھا۔

اب جبکہ ہم اپنے ملک میں اپنے شہروں میں اپنے بھائیوں کے گلے کاٹ کر اپنا پیٹ بھرنے کی کوشش کرتے ہیں ہم تو اتنے گر گئے ہیں کہ میری معلومات کے مطابق دو سو روپے تک بھی لوگوں نے بم بلاسٹ کئے ہیں کہ کس نے دو سو روپے دیے اور بم پکڑا یا یہ بیگ بس میں رکھ آؤ اور وہ بس میں رکھ گیا دو سو روپے میں۔خواہ اُس میں کتنی قیمتی جانیں تھیں خواہ اُس میں کتنے معصوم بچے تھے خواہ وہ کسی سکول کی بس تھی ہم تو اتنے گئے گزرے لوگ ہو گئے ہیں کہ مساجد جو اللہ کا گھر ہے۔

ما کان لھم ان یدخلو ھا الا خائفین۔ زیب نہیں دیتا انہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوں اور عظمت الٰہی سے لرزاں وترساں نہ ہوں۔ اللہ کا دربار ہے اللہ کا گھر ہے اللہ کی عبادت کے لئے جا رہے ہوں تو عظمتِ الٰہی سے لرزاں وترساں ہوں۔ وہ بات گئی اب باہر گن مین نہ کھڑا ہو تو آ کر گولی چلا جاتے ہیں نماز پڑھتے ہوئے لوگوں کو مارتے ہیں نہ مرنے والوں کو پتہ ہے کہ مجھے مارنے والا کون ہے اور اُس کی وجہ کیا ہے نہ مارنے والے کو پتہ ہے کہ کون مر گیا نہ اُسے وہ جانتا ہے نہ پتہ ہے نہ خبر ہے۔کونسا اسلام ہے جس کے مدعی ہم ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔یعنی وہ قوم جو حیات آفرین تھی۔ جسنے دوسروں کو زندگی دینا تھی جو دوسروں کی آسائش کا سبب تھی۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

اُخـرجـت للـنـاس ۔ یہاں اللہ کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم مسلمانوں اخرجت للمسلمین ۔ کہ تم مسلمانوں کی بہتری کے لئے پیدا ہوئے ہو نہیں اولادِ آدم کو تم سے بہتری کی امید ہونی چاہئے کہ کوئی مومن ہے یا کافر ہے کوئی مشرک ہے بے دین ہے بدکار ہے لیکن تمہاری طرف سے اُسے ضرر پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ اُسے امید ہونی چاہئے کہ تم تک پہنچا تو تم اُس کی مصیبت کا مداوا بن سکو گے ۔ اُس نے اپنے اعمال کا حساب تو اللہ کو دینا ہے ہم کسی کا حساب لینے کے مجاز نہیں ہیں کہ ہم یہاں دربار لگا کر بیٹھ جائیں کہ یہ نیک ہے اسے کھانا دے دو یہ بدکار ہے اسے مت دو ۔ نہیں' ایسا نہیں ہے یہ کام اُس کا ہے جس کی مخلوق ہے اور اُس نے حساب لینا ہے ۔ ہمارے ذمے تو یہ ہے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے اُمتی ہیں اور حضور ﷺ رحمت مجسم ہیں ۔ آپ ﷺ کی ذات عالی مظہر رحمت الٰہی ہے ۔ حضور ﷺ کی دس سالہ حیات مدنی میں چوراسی یا چھیاسی کے قریب غزوات وسرایہ یعنی ملکی جنگیں ہیں دس سالوں میں چھیاسی کے قریب ملکی جنگیں ہیں ۔ جو براہ راست مشرکین اور کفار کے ساتھ ہوئیں جن میں چھبیس یا ستائیس یا اٹھائیس جنگیں ایسی ہیں جنہیں غزوات کہا جاتا ہے جن میں نبی کریم ﷺ نے خود کمان فرمائی اور باقی جو ہیں وہ ایسی ہیں جن میں آپ ﷺ نے اپنے کسی خادم کو امیر بنا کر بھیجا انہیں ''سریہ'' کہا جاتا ہے لیکن وہ جنگ حضور ﷺ کی زیر نگرانی ہوئی اور ریاست کے امیر محمد رسول اللہ ﷺ تھے ۔ چھیاسی جنگوں میں کتنے کافر قتل ہوئے؟ کوئی اندازہ کر سکتا ہے چھیاسی جنگوں میں کتنے بندے مرنے چاہیں ۔ کافروں کے مقتولین کی تعداد دس سو اٹھارہ ہے غالباً چھیاسی جنگوں میں ایک ہزار اٹھارہ کافر مارے گئے چونکہ بندے مارنا مطلوب نہیں تھا انہیں ظلم سے روکنا مطلوب تھا ۔ جو زیادہ دلیر اور زیادہ بدمعاش اور زیادہ زور آور ہوتے وہ آگے نکلتے مارے جاتے پچھلے اپنی برائی سے باز آجاتے درگزر کیا جاتا ۔ چھیاسی جنگوں میں کافروں کے مقتولین کی تعداد دس سو اٹھارہ ہے اور یہ دس سو اٹھارہ تو آپ ایک ایک مسجد میں مار دیتے ہیں!

آج ہمارا مسلمانوں کا یہ عالم ہے کہ اتنے لوگ تو ہم ایک شہر میں یا ایک مسجد میں یا ایک محلے میں مار دیتے ہیں تو

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

آپ فاصلہ دیکھیے اسلام کیا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں قرآن کریم میں ارشاد ہے ۔ ان الموت الذی تفرون منہُ ۔ وہ موت جس سے تم ساری عمر بھاگتے رہتے ہو ذرہ ذرہ سی بیماری پہ پریشان ہو جاتے ہو علاج کراتے ہو جان بچانے کے لئے چھپتے پھرتے ہو گرمی سے بچتے ہو' سردی سے بچتے ہو' دشمنوں سے بچتے ہو' گارڈ رکھتے ہو ساری کوشش کرتے ہو اس زندگی کو بچانے کے لئے اور موت سے بچنے کے لئے لیکن وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو فـانـہ' مـلـقیکم ۔ اُس نے تم سے ملنا ہے' تمہیں ''چھپی ڈالنی'' ہے گھبراؤ نہیں وہ تم سے الگ نہیں رہے گی ۔ فـانـہ' مُـلٰقیکم ۔ وہ تمہیں چھپی ڈالے گی اور موت کیا ہے؟ تم ختم نہیں ہو جاؤ گے موت یہ ہے کہ ثـم تـرَدُونَ الیٰ علم الغیب والشهادة موت یہ ہے کہ تم اس زندگی سے نکل کر بارگاہ الٰہ العٰلمین میں پیش کئے جاؤ گے تمہیں نئی زندگی عطا ہو جائے گی اور وہاں کیا ہوگا؟ ۔ تم سے پوچھا نہیں جائے گا ۔ فـینبئکم بما کنتم تعملون ۔ تمہیں بتایا جائے گا کہ تم کیا رنگ لاتے رہے ہو اور تم کیا کرتے رہے ہو وہ علیم وخبیر ہے وہ تمہیں بتائے گا کہ تم نے کیا کیا دنیا میں ۔

ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ایک بندہ پیش ہوگا کچھ لوگ پیش ہوں گے حساب کتاب کے لئے تو انہیں اپنی عبادات پہ اپنے نوافل پہ اپنی تسبیحات پہ اپنے اذکار پہ بڑا ناز ہوگا کہ میں نے زندگی بھر بڑی نفلیں پڑھیں بڑی عبادت کی بڑی محنت کی لیکن اللہ کریم فرمائیں گے کہ بھئی! میرے ساتھ تو تم نے کوئی اچھا برتاؤ نہیں کیا' تمہاری عبادت کو میں کیا کروں اگر سجدے کرتے رہے ہو تو مجھے کیا ضرورت ہے اُن کی ۔ میں بیمار پڑا تم نے بیمار پُرسی نہیں کی تم نے مجھے دوائی نہیں دی' تم نے یہ نہیں پوچھا کہ تمہیں کیا چاہئے' میں بھوکا رہا تم نے کھانے کا پوچھا تو نہیں ۔ بارالہا تو بھوک سے بے نیاز بیماری سے بالاتر یہ تو مخلوق کے اوصاف ہیں تو خالق ہے تو فرمایا تمہارے پڑوس میں میری مخلوق بیمار نہیں پڑتی تھی اُس کی خبر گیری کرتے تو میرے لئے کرنی تھی نا کہ میری مخلوق تھی ۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

تمہارے سامنے لوگ بھوک سے تڑپتے نہیں تھے اگر اُن کو کھانا دیتے تو تم نے تو میری خدمتِ عالی میں وہ کھانا پیش کرنا تھا کہ اللہ کی رضا کے لئے دے رہے ہیں تو صرف سجدوں پہ سجدے کئے گئے ان کی تو مجھے ضرورت نہیں تھی سجدہ تو ہوتا ہے اپنی اصلاح کے لئے۔ ایک کپڑے کو ساری عمر دھوتے رہو دھوتے رہو اُسے استعمال نہ کرو تو اُس دھونے کا کیا فائدہ۔ روز صبح اٹھ کر دھونا شروع کر دو سارا دن ساری رات صابن لگاتے رہو اور اُسے بھی پہنو نہیں تو اُس دھونے کا کیا فائدہ۔

اب ہم اپنا محاسبہ کریں کہ ہم صبح اٹھ کر کسی کی زندگی کے لئے سوچتے ہیں یا جو اٹھتا ہے وہ یہ سوچتا ہے کہ میں دوسرے کا کتنا نقصان کر سکتا ہوں؟ مجھے حیرت ہوتی ہے اس بات پر کہ آدمی میں ایک لالچ تو ہوتا ہے کہ وہ اپنے لئے بہت سی چیزیں لینا چاہتا ہے مومن کے لئے یہ بھی درست نہیں ہے صرف اپنا نہ سوچے دوسروں کا بھی سوچے لیکن اگر کوئی لالچ کرتا ہے تو ایک بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ اپنے لالچ میں یہ جو کاوش ذہنی ہم سارا دن یہ سوچتے رہتے ہیں کہ اُس کا نقصان کیسے ہو۔ اب اس کی کیا ضرورت ہے اگلے کا نقصان ہو یا نہ ہو؟ ہمارا ایک قومی وطیرہ بن گیا ہے کہ صبح اُٹھ کر سوچنا شروع کر دیتے ہیں کہ کس کس کا میں کیا کیا بگاڑ سکتا ہوں۔ کس کو کہاں سے نقصان پہنچا سکتا ہوں۔ جب ہمارا کردار یہ ہے تو نتائج تو کردار پہ مرتب ہوتے ہیں۔ جب ہم فساد سوچیں گے یا فساد کریں گے تو ہمیں فساد بھگتنا بھی پڑے گا۔ ہمارے شہروں میں بھی فساد ہوگا پھر اب تو وہ پہنچتے پہنچتے عبادت گاہوں اور مساجد تک پہنچ گیا اور ہمیں ابھی تک ہوش نہیں آئی۔ ابھی تک ہم نے یہ سوچنا گوارا نہیں کیا اور جس سے بات کرو وہ کہتا ہے جی پندرہ کروڑ آبادی ہے اب مجھ ایک سے کیا فرق پڑے گا!

میرے بھائی! میری ایک کی وجہ سے کسی کو ایک کانٹا چبھ رہا ہے تو کم از کم میں وہ کانٹا تو نہ چبھوؤں، وہ تکلیف تو اُس کی ختم ہو جائے اور اگر ہر آدمی اپنی اصلاح کی فکر کرلے تو پندرہ کروڑ بندے سُدھر سکتے ہیں۔ لیکن ہم کرتے یہ ہیں کہ میں جو چاہوں کرتا رہوں فلاں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ سارا دن ہم نصیحت یہ کرتے ہیں کہ تمہیں نہیں ایسا کرنا چاہئے تمہیں نہیں کرنا چاہئے کبھی ہم یہ بھی سوچیں کہ مجھے کرنا کیا چاہئے اور میں کر کیا رہا ہوں! کتنے دکھ کی بات ہے کہ نمازی ملتے ہیں حاجی ملتے ہیں مخیّر حضرات ملتے ہیں ایسا کوئی نہیں ملتا کہ وہ دکان پر بیٹھا ہو اور جو بھاؤ طے کرے اُس پہ یقین کرلیا جائے' کیا فائدہ؟ بندہ ہر سال حج پر بھی جاتا ہے۔ جب دکان پہ بیٹھتا ہے تو اُس کا کردار یہ ہے کہ آپ اُس سے جھگڑا کرتے ہیں تو وہ پانچ سو مانگتا ہے اور پھر ایک سو بیس میں چیز بیچ دیتا ہے۔ ابھی ایک سو بیس میں بھی تو اُس نے منافع لیا' نقصان پہ تو نہیں بیچ رہا۔ کیا فائدہ اس کردار کا؟ میرے بھائی! ہم سب کو مرنا ہے اور اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اس بات پہ نہ رہو کہ سارے بُرائی کر رہے ہیں میں بھی کرتا رہوں نہیں سارے اپنا بھگتیں گے میں کم از کم اپنے آپ کو تو روک رکھوں۔ اور جب ہمارا قومی وطیرہ یہ ہو جائے گا کہ ہر فرد اپنی اصلاح کی فکر کرے تو انشاء اللہ سب کی اصلاح ہو جائے گی اور جب تک ہم صرف دوسروں کو نصیحت کرتے رہیں گے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کتنے جمع ہوتے ہیں پورے ملک میں ایک ایک گاؤں میں کتنی جامع مساجد ہیں اور ہر جگہ بیان ہو رہا ہوگا۔ حاصل اُس کا کیا ہے؟

"نشستند' گفتند' برخاستند"

بیٹھے' باتیں سُنی اور چلے گئے۔

تو میرے بھائی! حق یہ ہے کہ اپنے کردار پہ نظر رکھو اور سب سے زیادہ تنقید خود آپ اپنی ذات پہ کیا کرو۔ پہلے اپنا محاسبہ کرو اللہ تمہیں ایسا بنا دے گا کہ تمہارے ساتھ بیٹھنے والے بے شمار لوگ مائل با اصلاح ہو جائیں گے اللہ تمہیں دوسروں کی اصلاح کا سبب بھی بنا دے گا لیکن تب جب تم اپنی اصلاح کر سکو گے۔ اللہ کریم توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے' نیکیاں قبول فرمائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

سوال و جواب

یہ یادرکھ لیجئے کہ جو اجر آخرت میں ملتا ہے دنیا میں کردار کا پرتو اس پہ پڑتا رہتا ہے دنیوی زندگی میں جو ظلم کرتا ہے وہ سکون سے سو نہیں سکتا اگر اُس کے لئے آخرت میں عذاب تیار ہو رہے ہیں تو اُن کا عکس اسی زندگی پہ پڑتا رہتا ہے اُسے بے چینی و بے قرار رکھتا ہے' دکھی رکھتا ہے۔ اگر اعمال قبول ہو رہے ہیں تو اُوس کی طرح اس زندگی پر سکون کے اثرات پڑتے ہیں اور کردار میں تبدیلی شروع ہو جاتی ہے۔ اعمال قبول ہوں تو کردار کی اصلاح ہوتی رہتی ہے۔

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ' ضلع چکوال 23-7-2005

سوال:۔ ایصال ثواب کی وضاحت فرمائیے؟

جواب:۔

الحمد للّٰہ رب العٰلمین o

والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ

اجمعین o

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم o

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم o

ایصال ثواب کے مسئلے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں اور ایصال ثواب کے لئے ضروری نہیں کہ جسے ثواب پہنچانا ہو وہ مر ہی چکا ہو زندوں کو بھی بخشا جا سکتا ہے لیکن ایصال ثواب ہوتا ہے نفل عبادت' فرائض تو اپنی ذمہ داری ہے وہ تو پورے کرنے ہیں اور اُسکے علاوہ کوئی زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقہ دیتا ہے یا نفلی حج کرتا ہے یا نفلی نوافل نماز پڑھتا ہے' ذکر کرتا ہے' تلاوت کرتا ہے' تسبیحات پڑھتا ہے تو کوئی بھی جو نفلی عبادت ہے اُس کا ثواب کسی کو بھی وہ زندہ ہے یا زندہ نہیں ہے دیا جا سکتا ہے تو وہ چونکہ اللہ نے سب کچھ کرنا ہوتا ہے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ اس کا ثواب فلاں کو عطا کر دے تو اُس کا ثواب اُسے مل جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ آرام فرما رہے تھے' رات کا سماں تھا اور آسمان ستاروں سے بھرا ہوا تھا تو حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا ''یا رسول اللہ ﷺ کسی کی نیکیاں اس طرح کی ہوں گی جس طرح کہ آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہے اور اُس کا شمار میں آنا ممکن نہیں''۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کی نیکیاں اُن کا اعمال نامہ ایسے ہی ہے جیسے آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہے''۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی کہ ''یا رسول اللہ ﷺ میرے والد کی''۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''انہیں جو تین رات ثور میں نصیب ہوئی تھیں اُن کی ایک رات بھی اس سب سے افضل ہے''۔ تو یہ معاملہ جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کے علم میں آیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ''میرے ساتھ ایک سودا کیجئے۔ میری تمام عمر کی نیکیاں جو میں کر چکا ہوں یا آئندہ جو اللہ مجھے توفیق دے گا' زندگی بھر کی نیکیاں آپ لے لیں اور غار ثور کی ایک رات کا اجر مجھے دے دیں'' انہوں نے فرمایا ''یہ سودا میں نہیں کر سکتا''۔ انہوں نے قبول نہیں فرمایا۔

ہمارے ہاں رواج ہو گیا ہے کہ کوئی مر جائے تو اُس کی ہمیں بڑی فکر ہوتی ہے کہ اُسے ایصال ثواب کیا جائے' کرتا کوئی نہیں فکر ہی ہوتی ہے کرے تو تب کہ کوئی عمل کرے تو کرے' کون روز کسی کے لئے تلاوت کرے' کون روز کسی کے لئے نفل پڑھے' کون کسی کے لئے پیسے خرچ کرے' کرتا ورتا کوئی نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ جو ذکر ہم کرتے ہیں تو یہ مجبوراً ہم کرتے ہیں' اس کو ایصال ثواب کر دیا کریں جان چھوٹے۔ تو یہ خدا کے ساتھ اللہ کریم کے ساتھ داؤ پیچ لگانے والی بات مناسب نہیں ہے۔ اب

www.naqshbandiaowaisiah.com

اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ مجبوراً اس میں تو پھنس گئے ہیں یہ کرتے جو ہیں تو اسی پر مرنے والوں کو بھی ٹرخا دو۔ ایک تیر سے دو نشانے لگ جائیں کیا عجیب عجیب سوچتے رہتے ہیں ایصال ثواب کرنا ہے تو پڑھیں نا ایک ختم روز پڑھا کریں اور ثواب کیا کریں' ایک لاکھ درود روز پڑھ کر ایصال ثواب کیا کریں' کوئی نہیں کرتا' اپنے فرائض پورے نہیں کرتا مرنے والوں کی بڑی فکر ہے۔ یہ ایک رواج بن گیا ہے کہ جو مر گیا ہے اُسے ہم ایصال ثواب کرتے ہیں۔ جو زندہ ہو کیا خود اپنے فرض پورے کر چکے ہو؟ جو اپنی ذمہ داری ہے وہ صحیح کر رہے ہو؟ جو خود اُدھار کھا رہا ہے وہ دوسرے کو وظیفہ لگا رہا ہے۔

ایصال ثواب درست ہے لیکن ایصال ثواب کرنے سے پہلے اپنے زندہ وجود کو دیکھنا بھی ضروری ہے اور اولاد اگر نیکی کرے تو وہ از خود والدین کو ثواب پہنچا رہتا ہے اور برائی کرے تو اُن سے باز پرس بھی ہوتی ہے کہ تم نے تربیت ٹھیک کی تھی۔ تم نے غلط صحیح بتایا تھا یا تم اُسے غوطے کھانے کے لئے چھوڑ آئے۔ یہ باز پرس بھی ہوتی ہے اور اگر نیکی کرے تو اُس کا اجر از خود والدین تک پہنچتا ہے۔ ہمارے ہاں ایک اچھا رواج ہے کہ جنازے کے بعد دفن کے بعد جب دعا کرتے ہیں تو کسی نے کوئی ایک آدھ سورت پڑھ رکھی ہوتی ہے' کسی نے کوئی پارہ پڑھ رکھا ہوتا ہے' کسی نے قرآن کا ختم کر رکھا ہوتا ہے کسی نے کلمہ شریف پڑھ رکھا ہوتا ہے یا کچھ تسبیحات تو وہ سارے جمع کرتے ہیں کہ جی ان کا ثواب ہے اسے دیا جائے۔ آگے پھر مولوی کا کام ہے مولوی پھر اُس میں کاریگری کرتا ہے کہ اُسے ملٹی پلائی کیا جائے پھر وہ سارا جمع کر کے مولوی کہتا ہے کہ یہ میں آپ سب کو بخشتا ہوں' آپ سب پھر اُس کو بخشیں۔ کسی کو آتا ہے کسی کو نہیں آتا وہ اُس لین دین پہ رہ جاتا ہے۔ لیکن یہ دس دس لاکھ کلمہ شریف جو بخشتے ہیں اُن سے اگر کہا جائے کہ دس روپے اس کے لئے خیرات کر دو اُس کا ثواب اسے دے دو تو وہ نہیں دیں گے۔ دس روپے دینے کو تیار نہیں ہیں کلمہ دس لاکھ بخش دیں گے۔ کہ پتہ ہوتا ہے کبھی آدھا کبھی پورا کچھ پڑھا کچھ نہ پڑھا تو مفت کا سودا ہے وہ دے دیا جسے پتہ ہو کہ اس کی قیمت کیا ہے...... ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' جیسا بھی کوئی غنی ہوگا! انہوں نے تو ایک رات بھی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کو دینے سے انکار کر دیا' نہیں دی۔ انہیں اُس کی قیمت کا اندازہ تھا' اُن کی نیکیاں واقعی نیکیاں تھیں اور انہیں اندازہ تھا کہ اس کی قیمت کیا ہے۔ دنیا کا تو سارا مال اٹھا کر دے دیا اور خالی رہ گئے۔ لباس میں بھی ایک کمبل تھا کاٹ کر گلا بنایا اور وہ کانٹے لگا کر جس طرح پن لگاتے ہیں گلا بند کیا۔ لیکن جب غارِ ثور کی ایک رات کی بات آئی تو اُن کے پاس تین راتیں ہیں تو وہ تو نہیں دی۔

ہمارے پاس یہ کلمے درود ہوتے ہیں دینے کے لئے جس خلوص سے ہم پڑھتے ہیں' ہمیں پتہ ہوتا ہے کہ اگلا بھی عیش ہی کرے گا اور یہ ایک نیا رواج ہے میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آدمی پیٹ بھر کے کھا لے تو پھر تو سوچے کہ پڑوسیوں نے بھی کھایا ہے کہ نہیں' بھوکا کب سوچے گا' ایسے تو بڑے تھوڑے لوگ ہوتے ہیں۔ اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی فکر اس سے زیادہ کریں کاروبار میں لین دین میں معاشرے میں ماحول میں' ذاتی ذمہ داری خاندان کی اُس کے بعد قوم کی ملک کی اُس کے بعد ملت کی۔ کیا کر رہے ہیں ہم کسی کے لئے؟ ہمارے وجود سے کسی کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے اور اس سب کا جواب تو ہمیں دینا ہوگا' چونکہ ہر آدمی کا کردار ماحول کو متاثر کرتا ہے کسی کی وجہ سے ماحول سُدھرتا ہے کسی کے کردار سے ماحول خراب ہوتا ہے تو ایک طرح سے بندے کا ذاتی کردار جتنا اُسے متاثر کرتا ہے پھر اُس کے خاندان کو اولاد کو اجداد کو متاثر کرتا ہے پھر ساری انسانیت کو متاثر کرتا ہے تو اگر ان چیزوں کا احساس کیا جائے تو زندگی خود ایک پل صراط ہے۔ قدم قدم جو ہے وہ پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے اور وقت کا ہر لمحہ پوری دنیا کی دولت سے زیادہ قیمتی ہے۔ دنیا کی دولت ممکن ہے کسی کو مل جائے جو لمحہ بیت جائے وہ نہیں مل سکتا' جو بیت گیا سو بیت گیا۔

تو ایصال ثواب میں تو کوئی شبہ نہیں اُس میں کسی کو اختلاف بھی نہیں ہے تو ایصال ثواب آپ جس طرح دولت کماتے ہیں اُسی طرح ثواب بھی

www.naqshbandiaowaisiah.com

آپ کی دولت ہے شرط صرف یہ ہے کہ آپ کافر کو ایصال ثواب نہیں کر سکتے۔ اُس کے مرنے کے بعد اُس کی مغفرت کی دعا نہیں کر سکتے۔ زندگی میں کافر کے لئے بھی ہدایت کی دعا کی جاسکتی ہے کہ اللہ اسے ہدایت دے دے۔ گناہگار کے لئے توبہ کی دعا کی جاسکتی ہے مسلمان ہو گنہگار ہو اُسے ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے، زندوں کو بھی کیا جاسکتا ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس دنیا میں موجود تھے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس دنیا میں موجود تھے۔ بلکہ انہوں نے تو لین دین کرنا چاہا سودا کرنا چاہا تو اس میں تو کوئی شبے کی بات نہیں ہے اور اچھی بات ہے کہ مرنے والوں کو ایصال ثواب کیا جائے۔ چند کلمات ہیں، کلمہ ہی چند بار پڑھ لیا جائے، درود شریف پڑھ لیا جائے ہاں یہ بھی ایک ابہام ہے درود نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کے لئے پڑھا نہیں جاسکتا لیکن درود پڑھنے کا ثواب دیا جاسکتا ہے۔ جب آپ "اللھم صلی علی" کہیں گے تو آگے صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام آئے گا۔ محمد ﷺ۔ بغیر حضور ﷺ کی ذات کے کسی دوسرے پر درود پڑھا نہیں جاسکتا لیکن جو پڑھا جاتا ہے نبی کریم ﷺ پر اُس سے جو ثواب حاصل ہوتا ہے وہ دیا جا سکتا ہے، ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے اور اچھی بات ہے مرنے والوں کو کوئی تحفہ دیا جائے تو بہت اچھی بات ہے بلکہ شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ اُنکی اور خاندان دہلوی کی کتابیں ہیں اس موضوع پر برزخ پر آخرت پر تو اس میں یہ چیزیں ملتی ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ تو منتظر رہتے ہیں کہ دیکھیں پیچھے سے کوئی خبر بھی لیتا ہے کہ نہیں اور جس کسی کو وہ نعمت ملے تو وہ بڑا شکر ادا کرتے ہیں۔

"التعرف فی مقاماتِ اہل تصوف" ایک کتاب ہے اُس میں اس طرح کے بہت سے واقعات انہوں نے جمع فرما دیئے ہیں تو ایک واقعہ میں لکھتے ہیں کہ ایک صاحب کشف نے بیان کیا کہ میں ایک قبرستان سے گزرا تو کچھ سفید سی چیز وہاں برس رہی تھی تو لوگ دوڑ دوڑ کر اپنے لئے اکٹھی کر رہے تھے تو ایک آدمی کو میں نے دیکھا وہ بے فکر بیٹھا ہوا تھا۔ تو میں نے اُس سے پوچھا بھئی یہ کیا ہے اور یہ ساری مخلوق بھاگ دوڑ کر جمع کر رہی ہے اور آپ بے فکر ہیں وہ کہنے لگا یہ عامتہ الناس جو دعائے خیر کرتے ہیں اور کبھی ایصال ثواب کر دیتے ہیں تو وہ اجتماعی طور پر اپنے اپنے حصے کا سب کو مل رہا ہے تو تم کیوں نہیں کرتے ہو، تم کیوں بے فکر بیٹھے ہو۔ کہنے لگا مجھے ضرورت نہیں ہے میرا ایک بیٹا ہے اُس نے مجھے اس سے بے نیاز کر رکھا ہے تو اُس سے بیٹے کا نام پتہ پوچھا پھر وہ کہتے ہیں میں شہر گیا تو ڈھونڈ تے ڈھونڈ تے پتہ چلا کہ وہ ٹھیلے پہ چیزیں بیچتا ہے۔ ٹھیلا لگا تا ہے اور چیزیں بیچتا ہے بازار میں بیچتا ہے جا کر۔ میں اُس سے ملا تو اُس سے میں نے پوچھا کہ تم اپنے والد کے لئے کچھ ایصال ثواب کرتے ہو۔ وہ کہنے لگا کہ جی ابا نے مجھے قرآن حفظ کروایا تھا، حافظ بنایا تھا۔ میں صبح ٹھیلا لیکر نکلتا ہوں تو تلاوت شروع کر دیتا ہوں۔ جو تھوڑی بہت خرید و فروخت ہوتی ہے وہ چلتی رہتی ہے اور جب بھی گاہک کوئی نہیں ہوتا میں پڑھتا رہتا ہوں۔ تو شام تک میں قرآن کریم ختم کر لیتا ہوں اور گزارا بھی ہو جاتا ہے۔ اپنی مزدوری بھی نکل آتی ہے تو وہ میں روز ابا کو بخش دیتا ہوں۔ تو وہ فرماتے ہیں کچھ عرصہ بیت گیا اور وہی شخص کہتا ہے کہ میرا وہاں سے گزر ہوا۔ تو حسب سابق لوگ لگے ہوئے تھے وہ چن رہے تھے تو اُس میں وہ بابا بھی لگا ہوا تھا۔ تو میں نے کہا بھئی! کیا بات ہے اُس نے کہا کہ بیٹے نے ایصال ثواب کرنا چھوڑ دیا ہے۔ میں شہر میں گیا اور شہر والوں سے پوچھا تلاش کیا وہ بندہ تو انہوں نے کہا جی وہ تو فوت ہو چکا ہے۔ تو اس طرح کے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔

اصل تو یہ ہے کہ ایصال ثواب کرنا خود اپنے لئے بھی بڑا باعث برکت ہے کہ وہ ثواب اپنے بزرگوں کو یا جانے والوں کو یا اہل اللہ کو یا اساتذہ کو عامتہ المسلمین کو بخشتا ہے تو یہ عمل اُس کے اپنے لئے بھی بہت فائدہ مند اور مفید ہے اور اللہ کریم قادر ہے کہ اتنا پڑھنے کا شاید اُسے ثواب نہ مل رہا ہو جتنا بخشنے کا مل جائے۔ بخشنے والا بھی خالی نہیں رہتا لیکن ان سب باتوں کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے یا نہیں۔ جو زندگی میں اپنے ذمے ہے وہ نہ کرے تو پھر دوسرا بھی نہیں کر پائے گا۔ اگر کرے گا تو رسمی طور پر کرے گا اور ہر چیز کی قیمت اُس کے خلوص سے لگتی ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

اب ایک ہی سونے کے تین بھاؤ ہوتے ہیں۔ یہ تین کیوں ہیں؟ اس میں اتنے فیصد کھوٹ ہے اس میں اتنے فیصد کھوٹ ہے اور یہ جو ہے یہ کھرا ہے اس میں کھوٹ نہیں ہے۔ اسی طرح ثواب کے درجات بھی خلوص کی بنیاد پر مرتب ہوتے ہیں کہ کتنے خلوص سے کس درد سے اس نے کونسا عمل کیا ہے۔

تو اللہ کریم خلوص عطا فرمائے تو کسی بھی نفلی عبادت کا' کسی بھی نیک عمل کا ثواب سوائے فرائض کے باقی سب اُمور کا ثواب بخشا جا سکتا ہے۔ ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے لیکن اس سب سے پہلے' سب سے پہلے اپنی ذمہ داری کی فکر اشد ضروری ہے۔ ہم جس دور میں جی رہے ہیں روئے زمین پر تباہی آ رہی ہے۔ کفار صرف کافر نہیں ہیں بلکہ وحشت میں مبتلا ہو گئے ہیں' بھیڑیے بن گئے ہیں' درندے بن گئے ہیں' چیر پھاڑ ہو رہی ہے مسلمان برائے نام مسلمان رہ گئے ہیں ملک کا حال یہ ہے کہ کسی کی عزت محفوظ نہیں' کسی کی جان محفوظ نہیں' کسی کا مال محفوظ نہیں۔ اب یہاں اکثریت تو مسلمان ہی بس رہی ہے۔ مساجد کا احترام ہوتا تھا مساجد محفوظ نہیں' دینی اجتماع محفوظ نہیں' قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ مارنے والا نہیں جانتا اُس نے کس کو مار دیا اور مرنے والا نہیں جانتا اُسے کون مار گیا' کیسی عجیب بات ہے! لوگ قتل کرتے تھے اُن کی دشمنیاں ہوتی تھیں یا کوئی وجہ ہوتی تھی۔ مرنے والا بھی جانتا تھا کہ فلاں کے ساتھ میری دشمنی تھی اُس نے مجھے مار دیا۔ مارنے والے کو بھی پتہ ہوتا تھا فلاں ہے فلاں کا بیٹا ہے میں نے اس کو قتل کرنا ہے۔ اب تو یہ بات نہیں رہی' ایک بس میں کوئی بم رکھ جاتا ہے کتنے مرتے ہیں کون مرتا ہے بچہ مرتا ہے بی بی مرتی ہے بوڑھا مرتا ہے اُسے پتہ ہی نہیں کون مر گیا کتنے مر گئے۔ گھر سے بندہ سبزی لینے جاتا ہے وہاں گولی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اُسے پتہ نہیں کس نے گولی چلائی کیوں چلائی اُسے کیوں مار دیا۔ اس سب تباہی کی ذمہ داری قرآن کریم ہمارے کردار پہ ڈالتا ہے۔

ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس ○ میں حیران ہوتا ہوں مجھے ساتھیوں کے خطوط آتے ہیں پریشان کرتے ہیں۔ فلاں ساتھی کے ساتھ میں نے کاروبار کیا وہ دھوکے سے میرے پیسے کھا گیا۔ فلاں ساتھی کو ساتھی سمجھ کر میں نے رشتہ دیا اُس نے میرے ساتھ یہ کیا۔ حیرت ہوتی ہے کہ ہم میں اور جو لوگ نماز روزہ نہیں کرتے ذکر تو ذکر نماز روزہ نہیں کرتے یا چوری چکاری کرتے ہیں ہم میں اور اُن میں فرق تو کوئی نہیں! ذکر کیا ایک ایکسرسائز ہے جو ہم نے کرنی ہے ایسے ایسے کرنی ہے۔ اب اگر ذکر دل کو صاف کرنے کے لئے ہے تو دل صاف ہوگا تو کردار صاف ہونا چاہئے۔ اور پھر ذاکر اور غیر ذاکر میں کچھ فرق اور کچھ فاصلہ نظر آنا چاہئے۔ کھرے کھوٹے میں کچھ حدِ فاصل ہو۔ وہی کچھ ہم کر رہے ہیں جو کچھ باہر معاشرہ کر رہا ہے جو کچھ کافر کر رہا ہے وہی کچھ مسلمان کر رہا ہے جو ایک بدکار مسلمان کر رہا ہے وہی کچھ جو مسجد میں بیٹھا ہے کر رہا ہے۔ تو دکھ ہوتا ہے کہ یہ سارا کچھ اتنی تکلیف اتنی محنتیں اتنا کچھ ساری ساری رات جاگ کر سارا سارا دن محنت کر کے کوئی تبدیلی نہ آئی تو کیا فائدہ۔ اب اس بات پہ بندہ رہے کہ جی آخرت میں بڑا اجر ملے گا یہ تو صحیح ہے لیکن جو آخرت میں اجر ملتا ہے اُس کا اثر اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔

یہ یاد رکھ لیجئے کہ جو اجر آخرت میں ملتا ہے دنیا میں کردار کا پرتو اس پہ پڑتا رہتا ہے دنیوی زندگی میں جو ظلم کرتا ہے وہ سکون سے سو نہیں سکتا اگر اُس کے لئے آخرت میں عذاب تیار ہو رہے ہیں تو اُن کا عکس اسی زندگی پہ پڑتا رہتا ہے اُسے بے چینی و بے قرار رکھتا ہے' دکھی رکھتا ہے۔ اگر اعمال قبول ہو رہے ہیں تو اُوس کی طرح اس زندگی پر سکون کے اثرات پڑتے ہیں اور کردار میں تبدیلی شروع ہو جاتی ہے۔ اعمال قبول ہوں تو کردار کی اصلاح ہوتی رہتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے بدر میں شرکت کی وہ جنتی ہیں اب اس کے بعد چاہئے وہ کچھ بھی کریں۔ کسی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس کے بعد گناہ کریں کفر کریں شرک کریں پھر بھی جنتی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا چاہے کچھ بھی کریں وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ اس حدیث پہ شارحین حدیث جب بحث کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تو ہر

www.naqshbandiaowaisiah.com

جرم کی اجازت دے دی اور پھر جنت کی بشارت بھی تو وہ فرماتے ہیں کہ جسے اللہ جنت کا مستحق بناتا ہے اُسے گناہ کی توفیق نہیں دیتا۔ اُسے کفروشرک سے گناہ سے بُرائی سے بچاتا ہے تو حضورﷺ نے جو فرمادیا کہ یہ جنتی ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آئندہ پوری زندگی میں وہ وہی کریں گے جو اللہ کو پسند ہوگا چونکہ جنتی تو نافرمانی نہیں کرتے۔ تو آگے جو حضورﷺ نے فرمایا کہ یہ جو چاہیں کریں اجازت ہے اس کا مطلب ہے کہ یہ چاہیں گے وہی جو اللہ چاہتا ہے۔ جسے آپ فنافی اللہ کہتے ہیں نا وہ یہ مرتبہ ہے کہ اُن کی خواہشیں مرضیات باری کے تابع ہو جائیں گی یہ ہے فنافی اللہ۔ تو اسے حضورﷺ نے فرمایا جو چاہیں کریں۔ اب دیکھیں نا آج کی جمہوریت تو کچھ اور ہے۔

''بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے''

لیکن حضور اکرمﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اگر اختلاف ہو' آرا میں کوئی اختلاف ہو جائے کسی موضوع پر تو اہل بدر میں سے کوئی ایک بندہ زندہ ہو' ساری اُمت کی رائے ایک طرف ہو اور اُس بدری صحابی کی رائے دوسری طرف ہو تو فرمایا عمل اُس کی بات پر کرنا۔ بھئی! ساری جماعت کو چھوڑ دیں اور ایک بندے کی بات مان لیں؟ اس لئے کہ وہ اہل جنت میں سے ہے اور وہ وہی سوچے گا جو اللہ کو پسند ہے اس لئے نہیں کہ وہ اکیلا بہت وزنی ہے اُس میں وزن اس بات کا ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہے۔ اور جو اُس کی رائے ہے وہ اللہ کو پسند ہوگی لہٰذا اُس کی رائے پر عمل کرنا تو ذکر کی برکات و کیفیات اگر مقبول بارگاہ ہو رہی ہیں تو پھر انہیں زندگی کو تبدیل کرنا چاہئے۔

طبیب حضرات اور ڈاکٹر حضرات جانتے ہیں کہ کچھ دوائیاں ہوتی ہیں جو جان بچانے کے لئے بہت قیمتی ہوتی ہیں بالکل آدمی کو کوئی دوائی اثر نہیں کر رہی یا سمجھتے ہیں کہ نہیں بچ رہا تو وہ دوائی دی جاتی ہے اور اللہ کرتا ہے بندہ بچ جاتا ہے ''لائف سیونگ ڈرگز''۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ بعض اوقات اُسی کا ''ری ایکشن'' اُسے مار بھی دیتا ہے۔ وہ دوائی نہ دی جاتی تو شاید بچ جاتا۔ یہ جو ذکر اللہ ہے یہ بھی لائف سیونگ ڈرگز ہے۔ زندگی کو بچانے والی دوا ہے لیکن اگر اس سے فائدہ نہ ہو پھر بندہ بچتا نہیں۔ آپ نے دیکھا نا لوگ پندرہ پندرہ بیس بیس سال یہ دوا کھاتے رہے اور آخر مر گئے' بچ تو نہ سکے۔ چھوٹ گیا دین بھی شرافت بھی دین داری بھی کیوں چھوٹ گیا؟ اس لئے کہ دوا بھی کھاتے رہے اور بدپرہیزیاں بھی کرتے رہے۔ دوا کے ساتھ تو دوا سے زیادہ پرہیز ضروری تھی۔ گناہ سے بچتے' مال کی طمع سے بچتے' اقتدار کی ہوس سے بچتے' اپنی بڑائی سے بچتے۔ تو دوا کی ایک گولی کھائی بدپرہیزیاں دس کر دیں۔ وہ کریم ہے ایک وقت تک مہلت دیتا رہتا ہے بندے کو مہلت دیتا رہتا ہے کہ اب بس کر دے گا اب بس کر دے گا۔ آخر وہ دن آتے ہیں مہلت ختم ہو جاتی ہے تو پھر ہم حیران ہوتے ہیں کہ بندہ اتنا عرصہ محنت کرتا رہا پھر وہ کیوں گمراہ ہو گیا' بھئی! وہ محنت تو کرتا رہا لیکن ساتھ چوری بھی نہیں چھوڑی۔ کردار کو دیکھا بھی نہیں اُس کا رنگ نہیں آنے دیا اپنے آپ پر۔ اس کی کوئی خوشی نہیں ہوتی دُکھ ہوتا ہے کہ ایک ساتھ بندہ محنت کر کر کے ایک برتن کو صاف کرے اور اُسے کتا اٹھا کے لئے جائے تو صاف کرنے والا خوش ہوگا۔ بندے کے ساتھ اتنا عرصہ لگایا جائے اور اُسے شیطان لے کے چلا جائے تو خوشی نہیں ہوتی دکھ ہوتا ہے۔ میں اس لئے ان باتوں کو دہراتا ہوں کہ ہمیں خود کم از کم اپنا خیال تو رکھنا چاہئے۔ کہ اللہ نے مجھے ذکر کی توفیق دی ہے اور مجھے یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ایک ذاکر کو اپنے اوقات اپنی زندگی اپنے معاملات کس طرح سے نبھانے چاہیں اور وہ کوشش ہمیشہ جاری رہنی چاہئے کہ نفس بھی موجود ہے اور شیطان بھی اور اللہ پر بھروسہ کر کے نیکی میں کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

............☆☆☆☆☆............

www.naqshbandiaowaisiah.com

المرشد سے انتخاب

کربلا کی حقیقت

شہادت کرب وبلا ایک ایسی عظیم شہادت ہے جس میں اسلام کا دعویٰ کرنے والوں نے خانوادہ نبوی کو تباہ کر دیا۔ بظاہر نتیجہ تو یہ نکلا کہ شکست حضرت حسینؓ کو ہوئی لیکن یہ شکست حضرت حسینؓ کی نہیں تھی یہ آج کے مسلمان کی، میری اور آپ کی ہے کہ یزیدیت دندنا رہی ہے چھپن اسلامک ریاستوں میں، حسینیت کا نام لینے والا کوئی میدان میں نہیں اترتا۔ یہ شکست ہماری ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو صبح کا ستارہ بن کر چلے گئے۔

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

واقعہ کربلا ہماری تاریخ کا ایک سب سے زیادہ الجھا ہوا واقعہ ہے اور تاریخ اسلام کا سب سے زیادہ اہم واقعہ بھی ہے۔ اہمیت اس کی اس اعتبار سے کئی گنا بڑھ جاتی ہے کہ شہید ہونے والوں میں خاندان نبوت ہے (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) اور شہید کرنے والے مسلمان ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے کوئی عجیب بات نہیں کہ خاندان نبوت شہید ہوا۔ خود انبیاء شہید ہوتے رہے اور بنی اسرائیل نے ستر ستر نبی ایک ایک دن میں شہید کر دیئے تفاسیر میں جس کی بہت سی روایات ملتی ہیں۔ لیکن قاتل اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ نہیں رکھتے تھے۔

یہ بڑی عجیب بات ہے اور سمجھ سے بالاتر بات ہے کہ بندہ اسلام کا مدعی بھی ہو اور جس نبی کا کلمہ پڑھتا ہو اسی کے خاندان کو، اسی کو اولاد کو، اسی کے بچوں کو اس بے دردی سے کاٹ کر رکھ دے، اس اعتبار سے اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اس میں عجیب تر بات یہ ہے کہ واقعہ کربلا میں یا مرنے والے تھے اور یا مارنے والے تھے۔ ایک لق ودق بیابان تھا جو کوفہ شہر سے تین منزل دور تھا، ویرانہ تھا اور اس واقعہ کے عینی گواہ یا تو قاتل تھے کہ وہ اب اسے جس رنگ میں چاہیں بیان کریں اور یا خانوادہ نبوی کی بچیاں اور خواتین تھیں اور بچوں میں سے ایک حضرت زین العابدین بچے جو تو عہ کے وقت بخار کی حالت میں پڑے تھے، کمسن بھی تھے۔ بچوں میں ان کا شمار ہوتا تھا اور بخار اس قدر تھا کہ وہ چارپائی سے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ یہی ان کے بچنے کا سبب تھا۔ ورنہ جو بچہ ہاتھ پاؤں کے بل چل کر بھی خیمہ سے نکلا وہ تیروں کی بوچھاڑ کی زد میں آ گیا۔ یا کسی دوسرے طریقے سے شہید ہو گیا۔ ان کے بچنے کا سبب یہ تھا کہ وہ صاحب فراش تھے اور ساری زندگی انہوں نے اس بارے کچھ ارشاد نہیں فرمایا کہ میں نے یہ دیکھا یا میں نے وہ دیکھا۔ جب دیکھا ہی کچھ نہیں تھا تو کیا فرماتے۔ حالانکہ وہ دمشق سے ہو کر مدینہ منورہ پہنچے بقید حیات رہے اور عمر طبعی پوری کر کے ان کا وصال ہوا۔ ائمہ دین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مفسر بھی تھے، محدث بھی تھے، فقیہہ بھی تھے اور مدینہ منورہ کے عابد اور زاہد لوگوں میں اپنے زمانے کے مثالی انسان تھے حق تو یہ تھا کہ واقعات کربلا وہ بیان کرتے۔ انہوں نے نہیں کیا۔

کسی مصدقہ تاریخ میں، کسی قابل اعتبار کتاب میں خانوادہ نبوی کی قابل صد احترام خواتین سے کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ علمائے کرام نے تاریخی اعتبار سے اس کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس عہد کے لوگوں نے، اس عہد کی تاریخ نے، وہ یہ ملتا ہے کہ شہادت حضرت حسینؓ اور آپ کے خاندان اور ہمراہیوں کے بارے میں خود یزید لاعلم تھا۔ بیعت لینے پر تو یزید کا اصرار تھا کہ حضرت حسینؓ سے میرے لئے بیعت لی جائے لیکن اس نے قتل عام کا حکم نہیں دیا تھا اور اگر سوچا جائے تو سیاسی اعتبار سے اس کے حق میں نہیں جاتا تھا، اس کے اقتدار کے لئے خانوادہ نبوت کی مظلومانہ شہادت ایک چیلنج بن گئی تھی۔ تو پھر یہ سارا کیا کرایا کس کا ہے؟ کس نے اتنا ظلم کیا؟

www.naqshbandiaowaisiah.com

کون اتنا جفا جو اتنا کینہ پرور' اتنا شقی القلب کون تھا؟ کون ایسے انسان تھے جو اذان بھی کہتے تھے' باجماعت نمازیں بھی پڑھتے تھے' داڑھیاں بھی رکھی ہوئی تھیں اور اتنا ظلم بھی کر گزرے؟

یہ پہلا قتل یا پہلی شہادت نہیں تھی تاریخ اسلام میں۔ اپنے اعتبار سے یہ سازش سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت سے شروع ہوئی اور حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت پر پہنچی۔ اس کا بانی ایک یہودی تھا' عبداللہ ابن سباء۔ سنی اور شیعہ دونوں تاریخیں اس بات پر متفق ہیں کہ ابن سبا' یہودی تھا اور جب وہ یہودی تھا تو اس مذہب میں بھی وہ غلو کرتا تھا اور عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتا تھا اور جو اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھا تو اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خدا کا نزول یا اللہ جل شانہٗ کی مجسم صورت یا حلول قرار دیا۔ اور یہ جو خدائی اوصاف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ لگا دیئے گئے ہیں ان کا پہلا مبلغ ابن سبا تھا جو بنیادی طور پر یہودی تھا۔

عہد فاروقی میں بھی اس پر نظر رکھی گئی لیکن عہد عثمانی میں عہد عثمانیؓ میں اسے مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا۔ وہ مصر اور اس کے نواح میں چلا گیا۔

کوفہ گیا' مصر گیا' اس سیاحت میں اس نے اپنا ایک ہم خیال گروہ پیدا کیا۔ یہ سازش کی کڑی تھی جو یہود کے بڑوں نے بیٹھ کر سوچی کہ میدان کار زار میں لشکر اسلامی کا مقابلہ ہمارے بس میں نہیں ہے۔ لیکن جب وسیع دنیا پر افواج اسلام پھیل گئیں تو پھر انہوں نے سوچا کہ اب کوئی سازش کی جائے اور ایمانیات اور عقائد میں دخل اندازی کی جائے۔ اس میں انہوں نے بنیاد رکھی ''فضیلت حضرت علیؓ'' کی۔ اس میں انہوں نے اتنا غلو کیا' اسے اتنا بڑھایا کہ وصال نبوی کے بعد خلافت کا حق ہی انہی کا بنتا تھا لہٰذا جنہوں نے ان سے خلافت لے لی ان کا اسلام مشکوک ہے۔

اب یہ سارا جو ڈرامہ ہے اسے سٹیج کرنے کے لئے کوئی پلیٹ فارم تو چاہئے تھا' کوئی حادثہ چاہئے تھا جس کے لئے کوفے اور مصر' بلاد مصر سے چند سو باغیوں کو تیار کیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف۔ دس کے قریب اعتراضات تھے جو طبری نے واضح کئے ہیں اور مجھے دکھ اس بات کا ہوتا ہے کہ بعض اہل سنت علماء نے بھی وہ اعتراضات تو لکھے ہیں مگر ان کے جوابات نقل نہیں کئے۔ حالانکہ ان کے جوابات بھی طبری میں ہی موجود ہیں اور طبری کا مولف بھی رافضی تھا۔ اس کے باوجود اس نے وہ جواب بھی لکھے ہیں۔ باغیوں کی تعداد 900 سے 1200 تک لکھتے ہیں حج کے دنوں میں یہ مدینہ منورہ پہنچے اور انہوں نے شورش بپا کی تو سیدنا عثمانؓ نے مسجد نبوی میں اجلاس بلایا' باغیوں کو بھی بلایا' ان کے اعتراضات سنے اور ایک ایک اعتراض کا جواب منبر نبوی پر بیٹھ کر دیا۔

اکابر صحابہ جو موجود تھے جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی موجود تھے انہوں نے فرمایا کہ انہیں گرفتار کر لیا جائے اور ان سب کو قتل کر دیا جائے وگرنہ یہ امت مسلمہ میں پھوٹ ڈالنے کا سبب بنیں گے۔

یہ فراست عثمانی تھی اور جرات عثمانی تھی کہ ایک طرف ان کی افواج افریقہ میں دوسری طرف ہسپانیہ کے دروازے پر تیسری طرف چین کے دروازے پر دستک دے رہی ہیں اور چند سو باغیوں کے آگے وہ بے بس ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ آپ انہیں پکڑ کر' گرفتار کر کے قتل کروا دیں فرمایا' اگر میں انہیں قتل کروا دوں تو یہ اسی پلیٹ فارم کی تلاش میں ہیں' اسی کو بنیاد بنا کر یہ کہیں گے کہ آقائے نامدار ﷺ کے جانشین جو تھے وہ ظالم تھے' جابر تھے اور جس نے ان کے خلاف زبان کھولی اسے قتل کروا دیا گیا۔ اس طرح یہ ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ دیں گے۔

پھر یہ حرم نبوی ہے میں تو اس میں مکھی مارنا بھی گوارا نہیں کرتا چہ جائیکہ بندوں کا خون بہایا جائے۔ تو آپ نے فرمایا کہ آپ مدینہ منورہ کی حد حرم سے باہر تشریف لے جایئے تو فرمانے لگے کہ میں نے چوراسی سال زندگی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قدموں میں رہنے کی خاطر بتا دی اب اگر میرا آخری وقت آ ہی گیا تو اب میں آپ ﷺ کا شہر ہی چھوڑ دوں؟ جو ہوگا یہیں ہوگا میں برداشت کروں گا۔ اور یہ سعادت اپنے اعتبار سے عجیب تھی کہ ایک طاقتور حکمران جس کا ثانی روئے زمین پر اس زمانے میں کوئی دوسرا بادشاہ نہیں تھا جس کے پاس اتنا لاؤ لشکر ہو چند کمزور انسانوں کے ہاتھوں شہید ہو گیا لیکن اس نے کسی کو پلیٹ فارم مہیا نہیں کیا ورنہ کسی نئے مذہب' کسی نئے عقیدے' کسی نئی تاریخ کی ایجاد وہاں سے ہی شروع ہو جاتی۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

یہ وہی باغی تھے جو قاتلین عثمان تھے جنہوں نے منصوبہ بنایا کہ حضرت معاویہ، حضرت عمر بن العاص اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان تین شخصیات کو ایک ہی دن شہید کر دیا جائے۔ باقی دو حضرات کی زندگی باقی تھی وہ ان کے ہتھے نہ چڑھے کسی وجہ سے مسجد میں تشریف نہ لا سکے یا یہ بروقت نہ پہنچ سکے اور انہی سازشیوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو شہید کر دیا۔ لیکن شہادت حضرت علی بھی انہیں پلیٹ فارم مہیا نہ کر سکی اور انہوں نے بڑا سادہ سا حکم دیا کہ اگر میں بچ گیا تو پھر معاملہ میرے اختیار میں ہوگا لیکن اگر میں شہید ہوگیا تو میرے قاتل کو قتل کر دیا جائے۔ اب کوئی ایسا گروہ مارا جاتا' کوئی لڑائی چھڑ جاتی کوئی بڑا سانحہ ہوتا تو ایک پلیٹ فارم بنتا۔ وہ موقع بھی حضرت علی نے انہیں فراہم نہ کیا۔

جب یزید صریر آرائے خلافت ہوا تو یاد رہے کہ یزید' حضرت حسینؓ کا قریبی رشتہ دار تھا اور عبداللہ ابن جعفر طیار کے گھر حضرت حسین کی ہمشیرہ بی بی زینب تھیں اور عبداللہ ابن جعفر طیار کی دوسری بیوی سے جو بیٹی تھی وہ یزید کی بیوی تھی۔ اسی لئے سانحہ کربلا کے بعد حضرت زینب ساری عمر اپنی اس بیٹی کے ساتھ رہیں واپس مدینہ منورہ نہیں گئیں کیونکہ مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت حضرت عبداللہ نے یہ شرط لگادی تھی بی بی زینب سے کہ میں حسین کو منع کر رہا ہوں کہ یہ سازشی انہیں دعوت دے رہے ہیں' انہیں نہیں جانا چاہئے لیکن اگر یہ جانے سے باز نہیں آتے یہ ضرور جاتے ہیں تو تم ساتھ مت جاؤ اور اگر جاؤ گی تو میرا اور تمہارا رشتہ ختم ہو جائے گا۔ انہوں نے جانا پسند کیا' ادھر سے طلاق ہوگئی چنانچہ واقعہ کربلا کے بعد واپس مدینہ منورہ جانے کی بجائے انہوں نے بیٹی کے ساتھ رہنا قبول کیا۔ ساری عمر وہیں رہیں' دمشق میں فوت ہوئیں اور آج بھی ان کی مرقد منورہ دمشق میں موجود ہے۔

سانحہ کربلا کے بعد یزید بمشکل ایک سال زندہ رہ سکا اور سینے کے درد میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ بی بی زینب کو چودہ سال یا بیس سال قید کس نے رکھا۔ یہ جو افسانہ ہے کہ وہ دمشق میں قید تھیں تو کس کی قید میں تھیں' یزید تو مر گیا' یزید کے بعد یزید کا بیٹا معاویہ ابن یزید صریر آرائے خلافت ہوا لیکن اس پر سانحہ کربلا کا اتنا اثر تھا کہ اس نے کہا جس حکومت کی خاطر خانوادہ نبوی کا خون بہایا گیا میں اس حکومت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ چھ مہینے بعد اس نے خلافت چھوڑ دی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی اور باقی ساری عمر حضرت زین العابدین کا خادم رہا' لوٹا لے کر وضو کرواتا' خدمت کرتا۔

سو کیا یزید اس سارے واقعہ سے بری ہو جاتا ہے؟ نہیں بری نہیں ہوتا اس ظلم کا حکم تو اس نے نہیں دیا تھا لیکن جب یہ ظالم تمام خانوادہ نبوی کو شہید کرنے کے بعد حضرت زین العابدین اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نواسیوں اور بچیوں کو لے کر دمشق پہنچے تو ان ظالموں پر عدل نافذ کرنا فرض تھا یزید پر۔ لیکن اس نے حکومت اور اقتدار بچانے کے لئے قاتلوں سے بگاڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ خانوادہ نبوی کی عزت کی' احترام کیا' رویا' معافی مانگی' گارڈ ہمراہ کی' پیسوں کا ڈھیر دیا اور حضرت زین العابدین کا ساری عمر کے لئے وظیفہ مقرر کیا جسے یزید کے بعد آنے والی حکومتیں بھی ادا کرتی رہیں۔ جو تلافی مافات اس کے علاوہ ہو سکتی تھی اس میں اس نے پوری کوشش کی ہے۔ اس نے فوج کا ایک دستہ ساتھ روانہ کیا جو انہیں مدینہ منورہ پہنچا کر آیا۔ لیکن قاتلان حسین کو عدالت کے کٹہرے میں اس لئے نہ لایا کہ ایک طرف سے تو بات جاتی رہی میں دوسری طرف سے بھی گم نہ کر دوں۔ اس کا یہ عمل اسے قاتلان حسین میں شامل کر دیتا ہے۔

علمائے اہل سنت کا جو اختلاف ہے اس کے ساتھ وہ یہ ہے کہ جس طرح کربلا کے قاتل ظالم تھے' قاتل کو تحفظ دینے والا' ان کو پناہ دینے والا اور ان کے ساتھ انصاف نہ کرنے والا حکمران بھی ویسا ہی قاتل ہے۔

یہ ایک ایسا عجیب اور عظیم سانحہ تھا جس سے پوری امت پر زلزلہ طاری ہو گیا اور اب تک جب بھی اس بات کا تذکرہ ہوتا ہے لوگوں کے دلوں میں درد اتر جاتا ہے اور جگر خون ہو کر آنکھوں سے بہتا ہے۔ اس کا فائدہ اس طاقت نے اٹھایا جس نے اسلام کے خلاف بغاوت کی بنیاد رکھی تھی اور سانحہ کربلا کو بنیاد بنا کر اسلام کے مقابلے میں اسلام کے نام پر ایک نیا فرقہ پیدا کر دیا جس کے کلمے سے لے کر جنازے تک سارے عقائد اور عقیدہ ذات باری سے لے کر رسالت تک سارے مختلف کر دیئے۔ اس سانحہ سے جو فائدہ یہودیوں نے اٹھایا وہ یہ تھا کہ بنیاد بدل دی' کلمہ اسلام بدل دیا۔ جس کلمے کے لئے حضرت حسین نے قربانی دی تھی وہ تھا لا الہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

للہ محمد الرسول اللہ۔ یزید نے کلمے میں تبدیلی نہیں کی' تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہ یزید نے نماز کی رکعت میں' نماز کے اوقات میں یا عبارت میں تبدیلی کی ہو یا فقہی احکام میں تبدیلی کی ہو' کسی عدالتی حکم میں کوئی تبدیلی کی ہو۔ کچھ بھی نہیں۔ من وعن جو خلافت راشدہ سے آ رہا تھا وہی تھا ایک نئی بات یہ ہوگئی کہ یزید شہنشاہ بن بیٹھا اور وہ چاہتا تھا کہ جو میری پسند ہو اس پر کوئی قانون لاگو نہ ہو۔ جو میں چاہوں' میری گرفت نہ ہو۔ میں اگر کسی قاتل کو بھی چھوڑ دوں تو چھوڑ دوں کیا فرق پڑتا ہے۔ کسی فقیر کو میں گورنر لگا دوں تو یہ میرا اختیار ہے۔ میں شہنشاہ ہوں اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ حضرت عبداللہ ابن جعفرؓ حضرت حسینؓ اور بے شمار اکابرین کو اس بات سے اختلاف تھا کہ تم بھی ایک عام آدمی ہو اسلام کی نگاہ میں حکومت تمہاری نہیں ہے' یہ تمہارے پاس امانت ہے اور اگر تم اسے اپنی حکومت سمجھتے ہو تو ہم تمہارے ساتھ تعاون نہیں کریں گے لہٰذا اکابرین نے عبداللہ ابن زبیرؓ سے مل کر مکہ مکرمہ میں الگ حکومت بنالی وہ یزید کے ماتحت نہیں تھے اور زندگی بھر یزید مکہ مکرمہ فتح نہیں کر سکا۔ مسلم نے ابن عقبہ کو بھیجا۔ مدینہ منورہ پر تین دن تاریکی چھائی رہی اور تین دن قتل وغارت ہوتی رہی لیکن وہ مکہ کے راستہ میں ہی تھا کہ یزید مر گیا اور وہ نامراد واپس گیا۔

یزید کے بعد یزید کے بیٹے نے جب خلافت تج دی تو مروان ابن الحکم حکمران بنا۔ مروان کے بعد اس کا بیٹا عبدالمالک اور ولید باری حکمران رہے۔ ولید کے زمانے میں حجاج بن یوسف نے مکہ فتح کیا۔

آٹھ ذوالحجہ کو حضرت حسینؓ مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ شیعہ سنی دونوں تاریخوں میں موجود ہے اور حرم میں حضرت عبداللہ ابن زبیر سے ان کی بات ہو رہی تھی اور وہ انہیں منع فرما رہے تھے کہ یہ کوفے والے یہ مسلمان نہیں ہیں یہ یہودی کی سازش کا شکار ہو چکے ہیں اور یہ آپ کو دھوکہ دینے کے لئے بلا رہے ہیں لیکن ان کے خط پر خط آ رہے تھے اور ایک خط یہ تھا کہ اگر آپ بھی نہیں آئیں گے اور بادشاہ کی خود پسندی کا دروازہ اگر دین میں کھل گیا' اسلامی ریاست میں کھل گیا تو روز حشر ہم آپ کا دامن تھامیں گے اور نبی کریم صلعم سے عرض کریں گے کہ آپ کا نواسہ نہیں سنبھالا دے سکتا تھا لیکن انہوں نے نہیں دیا۔

آٹھ ذوالحجہ کو حاجی فجر کی نماز ادا کر کے منیٰ کو چل پڑتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت حسینؓ مکہ مکرمہ تشریف فرما ہوں' آٹھ ذوالحجہ کو صحن حرم میں بھی ہو اور چھوڑ کر چل دیں۔ کون سی ایسی آگ لگی ہوئی تھی آٹھ کو منیٰ جائیں' نو کو عرفات رہتے ہیں۔ 11,10 اور 12 کو پھر واپس منیٰ میں ٹھہرتے ہیں اور بہت جلدی نکلیں تو تیرہ ذوالحج کو نکلتے ہیں اور ایک منزل طے کریں تو محرم میں کربلا نہیں پہنچ سکتے کیونکہ تیرہ کے بعد اتنا وقفہ نہیں رہتا پچیس منازل ہیں۔ یہ اب بھی موجود ہیں اور راستہ بھی موجود ہے۔ پچیس دن لگتے ہیں پچیس میں سے چودہ نکال دیجئے باقی ایس بچ گئے تو روزانہ ایک منزل بھی طے کریں تو اکیس محرم کو بمشکل کربلا پہنچتے ہیں۔ یہ باقی سارا افسانہ یار لوگوں کا بنایا ہوا ہے۔ میں نے یہ ساری تاریخ لکھ دی تھی' راہی کرب وبلا منزل بہ منزل' منازل کے نام بھی لکھ دیئے تھے' فاصلے بھی لکھ دیئے تھے۔ وہ کتاب ایران تک بھی گئی' ہندوستان میں علمائے دیوبند نے اسے چھاپ کر بڑا تقسیم کیا۔ کیونکہ میری کسی کتاب پر' کسی کیسٹ پر نہ رائلٹی ہوتی ہے نہ پابندی ہوتی ہے جس کا جی چاہے چھاپے جہاں جی چاہے بھیجے' کسی نے آج تک جواب دینے کی تکلیف گوارہ نہیں کی۔ کیونکہ اس کا کوئی جواب ہے ہی نہیں۔ زمین بھی موجود ہے اور تاریخ بھی موجود ہے۔ یہ سانحہ کسی بھی تاریخ کو ہوا بہرحال محرم میں ہی ہوا۔

حضرت حسینؓ کو اختلاف کفر اسلام کا نہیں تھا' اختلاف پسند و ناپسند کا تھا۔ اسے کفر اسلام کی جنگ بنانے والے تو کھینچ تان کر بنا رہے ہیں ناں۔ اور اپنی نوعیت کا یہ واحد واقعہ ہے کہ وہی نماز' وہی کلمہ' وہی اسلام رکھنے کے مدعیوں نے اس بے دردی سے چمنستان نبوت کو اجاڑا کہ شاید کافر بھی جنگ میں اتنا ظلم نہ ڈھاتے۔

ایک راستہ اور بھی تھا اور وہ بڑا آسان راستہ تھا۔ وہ تھا سمجھوتے کا۔ آخر ہم سب بھی تو سمجھوتے کی زندگی جی رہے ہیں۔ میں بھی اور آپ بھی۔ پیر صاحبان بھی اور مولوی صاحبان بھی۔ ہم سب سمجھوتے کی زندگی جی رہے ہیں۔ اب بھی حکومتیں ہیں' مسلمانوں کے پاس ہیں اور دنیا میں

www.naqshbandiaowaisiah.com

چھپن ممالک پر مسلمانوں کی حکومت ہے۔ رعیت مسلمان' حکمران مسلمان لیکن کیا قانون قرآن وسنت کا ہے؟ خلافت راشدہ کا ہے؟ نہیں ہے نا...... ! کیا ہم روک رہے ہیں......؟ نہیں نا روک رہے!

سمجھوتہ کیا ہوا ہے کہ جائے جہنم میں جو جس کا جی چاہے کرے' میں خود تو نمازیں پڑھ لیتا ہوں۔ یہ سمجھوتہ حضرت حسینؓ بھی تو کر سکتے تھے۔ لیکن اللہ کے بندے نے اتنا بڑا فیصلہ کیا...... سب کے خاندان اپنے ہوتے ہیں۔ حضرت حسینؓ کہہ سکتے ہیں کہ میرا اپنا خاندان ہے لیکن حسینؓ کا اپنا خاندان نہیں ہے۔ یہ وہ خاندان ہے جس کے لئے شرعی احکام میں رخصتیں موجود ہیں۔ نبی کریم صلعم نے منع کر دیا کہ کوئی شخص اگر حالت جنب میں ہو تو مسجد نبوی میں داخل نہیں ہوگا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس گھر نہیں تھا' حجرات مبارکہ میں سے ایک حجرہ عطا کر دیا اور حکم سے استثناء کر دیا کہ علی حالت جنب میں بھی مسجد سے گزر سکتا ہے اس لئے کہ اس کا گھر مسجد میں ہے۔ مل گیا نا استثناء' یہ تو وہ خاندان ہے جس کے لئے احکام شرعی میں استثناء کی گنجائش اللہ اور اللہ کے رسول نے رکھ دی اور یاد رکھیں! اللہ بڑا کریم ہے اور احکام محض آزمائش کے لئے ہیں۔ وہ جب چاہے بدل دے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ خاندان حسینؓ کا اپنا نہیں تھا خاندان' محمد الرسول اللہ ﷺ کا تھا۔ یہ پوچھ حضرت حسینؓ سے بھی ہو سکتی ہے کہ قیامت کو اللہ کا نبی دامن پکڑ لے اور کہے کہ تو نے اپنی جان تو دی' اچھا کیا' میرا سارا خاندان تو نے کیوں تباہ کروا دیا؟ تو جواب میری سمجھ میں تو ایک ہی آتا ہے کہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ منشائے رسول کے خلاف نہیں ہوگا خواہ رسول کا خاندان بھی ذبح کروانا پڑے۔ وہ یہی عرض کریں گے کہ نانا! میں نے آپ کی منشا کو آپ کے خاندان سے مقدم رکھا اس لئے کہ آپ کی منشا رب کی منشا ہے۔

آج کتنے حسین ہیں دنیا میں؟ آج کون سا حکمران دین کے مطابق کام کر رہا ہے؟ ہم صدیوں سے ہم نے شور مچا رکھا ہے' شہروں میں طوفان آ جاتا ہے' خون کی ڈیوٹیاں لگ جاتی ہیں' رونے پیٹنے اور چھریاں مارنے کی ضرورت ہے۔ میدان میں اترو اور ثابت کر دو کہ ابھی حسین زندہ ہے۔ حسین کے ماننے والے زندہ ہیں۔ ہم اسلام سے باہر کی قدم نہیں رکھنے دیں گے' پھر تو مزا آ جائے۔

سارا ہی کفر ہم نے اپنے اوپر مسلط کر رکھا ہے اور جو رہی سہی کسر تھی وہ امریکہ نے نکال دی ہے اور اب نئی تہذیب سے اور نئی روشنی سے ہم روشناس ہو رہے ہیں۔ ہمارے ٹیلی ویژن پر' ہمارے کمپیوٹر پر' ہماری ای میل پر جو دنیا کی برائی ہے وہ آ رہی ہے۔ اور ہم ہیں کہ اپنے اپنے کونوں میں دبک کر بیٹھے ہیں کہ خیر ہے یہ اس مسجد میں تو نہیں ہے نا...... حسین کے گھر پر کیا یزید سوار تھا؟ حضرت حسین مکہ مکرمہ رہ جاتے وہ تو حکومت ہی الگ تھی' وہاں خلافت راشدہ کا نظام رائج تھا۔ یزید جاتا جہنم میں جو مرضی کرتا۔

لڑائی کے لئے نکلنا تھا تو آج چودہ صدیوں بعد طالبان نے اعلان جنگ کیا امریکہ کے خلاف تو دنیا کا کون سا ملک ہے جس کے نوجوان وہاں شہید نہیں ہوئے۔ دنیا کا کون سا ملک ہے جس کے مسلمان شیشان کے لوگوں کی حمایت کے لئے نہیں پہنچے اور طالبان کے ساتھ' افغانوں کے ساتھ مل کر روس کے خلاف نہیں لڑے۔

حج کا موقع تھا سارے مسلمان دنیا کے مکہ مکرمہ میں جمع تھے۔ نواسہ رسول اگر جنگ پر نکلتا تو کتنا عظیم لشکر بنا کر چلتا۔ تو حضرت خاندان کو لے کر جنگ پر جانا تو نہیں تھا۔ ان کے دل میں بھی تھا کہ اتنی جرات نہیں ہے یزید کی۔ جب کوفے سے باہر آپ کو روکا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ دمشق چلتے ہیں کیونکہ کربلا مکہ اور کوفے کے راستہ میں نہیں ہے یہ کوفے اور دمشق کے راستے میں نہیں ہے یہ کوفے اور دمشق کے راستہ میں پڑتی ہے تیسری منزل ہے۔ لیکن انہیں تو یہ حادثہ چاہئے تھا ان کا تو پروگرام تھا کہ خانوادہ نبوی پر ظلم ہو' نواسہ رسول ذبح ہو اور پھر ہم ہی یہ شور مچائیں کہ انہیں ظلماً قتل کر دیا گیا اور ایک پلیٹ فارم مل جائے جس پر اسلام کے نام پر خلاف اسلام ایک بنیاد رکھ دی جائے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ یہ کوئی مذہب یا فرقہ نہیں ہے۔ یہ ایک اینٹی اسلامک موومنٹ ہے۔ ایک تحریک ہے خلاف اسلام۔ اس نے کلمہ بدل دیا۔ دو جملے تھے کلمے کے انہوں نے پانچ بنا دیئے۔ نماز کی عبارت بدل دی' رکعت بدل دی' طریقہ بدل دیا' نکاح کا طریقہ بدل دیا' طلاق کے احکام بدل دیئے' فقہی احکام سارے

www.naqshbandiaowaisiah.com

نئے مرتب کر دیئے اور جنازے کی دعائیں بدل دیں' طریقہ بدل دیا' سلیقہ بدل دیا۔ پیدا ہونے سے دفن ہونے تک کا ایک متبادل اسلام بنا دیا۔ اور ہم ہیں کہ ہم مقابلے میں حقیقی اسلام پیش نہ کر سکے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دو بندے قتل کر دو بڑا کام ہو گیا۔ بندے ہی قتل کرنے تھے تو تحریک کیوں ختم ہوئی کسی چیز کی نقل کو ختم کرنے کے لئے اصول ہے کہ اصلی کو عام کر دو۔ نقلی زیور بھی ملتا ہے آپ اصلی زیور کا ڈھیر لگا دیں مارکیٹ میں کون پاگل ہے جو اصل کو چھوڑ کر نقل کو خریدے گا۔ جہاں نقلی کپڑا بکتا ہے وہاں اصلی' اوریجنل کی دکانیں کھول دیں۔ نقلی اسلام بن گیا تو آپ اصلی پیش کریں تاکہ جو لوگ اسلام کو چاہتے ہیں وہ اصلی کو گلے لگائیں۔ آپ نے یہ فیصلہ کر لیا کہ بندے دس مروا دو اس سے تو تحریکوں کو عروج ملا کرتا ہے لوگوں کی ہمدردیاں ملتی ہیں۔ مظلوم بن کر مزید ہمدردیاں حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے۔

تو شہادت کرب و بلا ایک ایسی عظیم شہادت ہے جس میں اسلام کا دعویٰ کرنے والوں نے خانوادہ نبوی کو تباہ کر دیا۔ بظاہر نتیجہ تو یہ نکلا کہ شکست حضرت حسینؓ کو ہوئی لیکن یہ شکست حضرت حسین کی نہیں تھی یہ آج کے مسلمان کی' میری اور آپ کی ہے۔ کہ یزیدیت دندنا رہی ہے چھپن اسلامک ریاستوں میں' حسینیت کا نام لینے والا کوئی میدان میں نہیں اترتا۔ یہ شکست ہماری ہے۔ حضرت حسین تو صبح کا ستارہ بن کر چلے گئے۔ ملاءاعلیٰ میں۔ اب جو ستارہ آسمان پر طلوع ہوتا ہے تو وہ تو راہ ہدایت بتانا' روشنی بکھیرنا اس کا کام ہے' شکست تو اس کی ہے جو سر اٹھا کر دیکھتا نہیں ہے اور بھٹکتا ہوا گمراہی کے جنگلوں میں اور کھڈوں میں گر جاتا ہے۔

کربلا کی شکست آج کے مسلمان کی شکست ہے اس وقت یزید کو شکست ہوئی تھی اس کی سلطنت کا تختہ الٹ گیا' اس کے بیٹوں نے بھی نفرین بھیجی اور پھینک دی ریاست اٹھا کر لیکن آج شکست مسلمان کو ہے آج کا یزید جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ آج کے یزید نے دین کے پرخچے اڑا دیئے۔ سودی نظام ہے اور اللہ نے قرآن میں فیصلہ کر دیا کہ سود سے جو باز نہیں آتا اس کا اعلان جنگ ہے اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ۔ ابھی ہم نے مخالفت کی ہے لیکن کسی نے سود لینا چھوڑا ہے؟ چھوڑ ہی دیتے یا رد کرنا تو دور کی بات ہے۔

مسلمانی دعوے کا نام نہیں ہے' مسلمان کردار کا نام ہے' مسلمان زبانی نہیں ہے' مسلمانی عمل کا نام ہے مسلمانی تو یہ ہے کہ کفر کے مقابلے میں تو لوگ لڑتے رہے لیکن کربلا کا مسافر کفر کے مقابلے میں نہیں کھڑا ایک ایسے حکمران کے مقابلے میں کھڑا ہے جس کے زمانے میں عدالتوں میں شرعی قانون نافذ تھا' جس کے زمانے میں مالیہ یا ٹیکس جو تھا وہ شرعی تھا۔ جس کے زمانے میں معاشی نظام شرعی تھا' فوجی نظام شرعی تھا' سیاسی نظام شرعی تھا' پھر لڑنے کی بات کیا تھی؟

لڑنے کی بات یہ تھی کہ وہ بندہ اس نظام میں اپنی رائے بھی داخل کرنا چاہتا تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ بادشاہ جو چاہے وہ قانون بن جاتا ہے میری بات کی بھی اہمیت ہونی چاہئے اور نواسہ رسول ﷺ کا جواب یہ تھا کہ تم ایک انسان ہو جسے اللہ نے مسلمان کی حکومت بطور امانت سپرد کی ہے۔ تمہاری اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تمہاری رائے نہیں مانی جائے گی۔

چودہ سو سال ہو گئے ہمیں کوئی سلام پڑھتا ہے' مسالمے ہوتے ہیں' مشاعرے ہوتے ہیں' کوئی بڑی اچھی طرح سے گا کر پڑھتا ہے' کوئی دکھ اور رنج میں ان کے لئے سینہ پیٹتا ہے' روتا ہے' چلاتا ہے' بال نوچتا ہے' کوئی دیگیں پکاتا ہے کہ یہ شہدائے کربلا کی یاد میں ہیں لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہے جس نے شہدائے کربلا کا کردار اپنانے کی کوشش کی ہو؟

او یار! آج تو یزیدوں سے دنیا بھر گئی بلکہ یزید کہاں' یزید تو بہت پیچھے رہ گیا۔ یزید کتنا بھی برا تھا مسلمان تو تھا' دعویٰ اسلام تو رکھتا تھا' نماز تو پڑھتا تھا' بے شمار مسلمانوں نے اس کی حکومت قبول بھی کی تھی' بیعت بھی کر لی تھی جن میں بعض صحابہ بھی شامل تھے۔ آج تو ان کی مرضی چلتی ہے جو کہتے ہیں کہ خدا کا وجود ہی نہیں ہے۔ جو کہتے ہیں کہ محمد الرسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں ہی نہیں۔ یہ سارا بناوٹی قصہ ہے' قرآن اللہ کی کتاب ہی نہیں ہے۔ سیاسی نظام بھی انہیں کا چلتا ہے' معاشی نظام بھی انہیں کا چلتا ہے' عدالتی نظام بھی انہیں کا چلتا ہے اور ہم سارے اسے قبول کرتے ہیں اور جلوس لے کر روتے اور چلاتے ہیں ہائے حسین ہائے حسین۔

کم از کم کافروں کے غلاموں کو تو حسین کا نام زیب نہیں دیتا۔ کافرانہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

نظام کے غلاموں کو حسینؓ کا نام لینا زیب نہیں دیتا۔ ہم نے حسینیت یہ بنالی ہے کہ کسی مسجد میں بم پھینک دو بڑا کارنامہ ہو گیا' نمازی قتل کر دیئے' کسی دوسرے مذہب کی عبادت گاہ میں جیسے گرجے میں بم پھینک دیا گیا بڑا وہ کارنامہ ہو گیا کہ جی اسلام کو بڑے چار چاند لگ گئے۔ کسی دوسرے فرقے' شیعوں کی امام بارگاہ میں بم پھینک دو' گولی چلا دو' یہ بڑی اسلام کی خدمت ہوگئی' کیا حضرت حسینؓ اسی طرح قتل و غارت کرتے پھرتے تھے۔ کیا حضرت حسینؓ نے یہی طریقہ اپنایا تھا قتل و غارت گری کا یا ایک بہت طاقتور حکمران کے مقابلے میں اس لئے کھڑے ہو گئے تھے کہ تمہاری رائے جو ہے اس کو ملکی قانون میں کوئی دخل نہیں ہوگا۔

آج دنیا بدترین لوگوں سے بھر گئی ہے۔ آج کا انصاف کافر کی صوابدید پر ہے۔ آج کا انصاف اسلام کو نابود کرنے پر ہے۔ آج کا انصاف یہ ہے کہ بڑا ماٹو دیا گیا دنیا کو کہ Save the wild life کہ جنگلی حیات کو بچایا جائے لیکن اس کے آگے یہ بھی لکھ دیتے Destroy the humen being. کہ بنی نوع انسان کو تباہ کرتے چلے جاؤ۔ آج کا انصاف' آج کی دنیا کا انصاف یہ ہے کہ جو اللہ کا نام لیتا ہے وہ ڈاکو ہے۔ جو رب کو سجدہ کرتا ہے وہ دہشت گرد ہے۔ جو رمضان کا روزہ رکھتا ہے وہ بدمعاش ہے' جو بیت اللہ کا طواف کرتا ہے وہ بے دین ہے ان سب کو ختم کر دیا جائے۔

دنیا کا کفر اس بات پر متحد ہے کہ اسلام کے نام لیواؤں کو مٹا دو۔ ان کا مسلمانوں کے خلاف متحد ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن یہ کلمہ گو جو اسی صف میں کھڑے ہیں انہیں کس کھاتے میں' کس خانے میں شمار کیا جائے۔ جو دعوی اسلام رکھنے والے حکمران حکومتیں اور ان ملکوں کے شہری میں اور آپ' جب ہم سارے اس صفت میں کھڑے ہیں اور ہم بھی یہی رائے دے رہے ہیں کہ یہ جو اللہ کو سجدے کرتے ہیں یہ دہشت گرد ہیں' انہیں مارو ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ تو کیا ہم میں اور قاتلان خانوادہ نبوت میں کوئی فرق رہ جاتا ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو اس کا کفارہ رونے پیٹنے سے' جھنڈے لے کر گلیوں میں پھرنے سے' دیگیں پکانے سے' شعر لکھنے سے' مشاعرے اور مسالمے کرانے سے ہرگز نہیں ہوگا۔ اس کا کفارہ یہی ہے کہ آج بھی اس کردار کو زندہ کیا جائے اور آج بھی جابر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ کہا جائے کہ ہم مسلمان ہیں' ہمارا اپنا ایمان ہے' ہمارے پاس اللہ کا قانون' آئین اور دستور موجود ہے جو فرد سے لے کر اقوام عالم تک زیر بحث آتا ہے' لہذا ہمارے معاشی نظام کو' ہماری عدالتوں کو' ہمارے سیاسی نظام کو اللہ کی اس کتاب' اللہ کے نبی کی سنت کے تابع کیا جائے۔ جان دینی ہے تو اس پر دو کہ یہی حسینیت ہے۔ جان دینی ہے تو احیائے اسلام پر دو جس پر اللہ کہتا ہے کہ میری راہ میں اگر کوئی مر جائے تو اسے مردہ نہ کہو بلکہ حقیقتاً وہی زندہ ہے۔ باقی لوگ زندگی سے آشنا نہیں ہیں۔ حقیقی اعتبار سے زندہ وہی ہے اور زندگی کی لذتوں کو پانے والا وہی شخص ہے جس نے میرے راستے میں اپنی جان قربان کر دی۔

لہذا محرم کی یہ قربانی بڑا واضح' بڑا خوبصورت اور بڑا سیدھا سا سبق دیتی ہے کہ اپنے لئے کوفیوں کی زندگی پسند کر لو یا اپنے لئے کربلا والوں کا راستہ چن لو درمیان میں کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔ جو یہ زندگی ہم سمجھوتوں سے گزار رہے ہیں کہ خیر ہے میں اپنی نماز تو پڑھ لیتا ہوں کوئی خدا کو مانے یا نہ مانے مجھے کیا تو تیری نماز کی خدا کو کیا پرواہ ہے۔ میری یا آپ کی نماز کی اللہ کو کیا ضرورت ہے۔ ذاتی عمل میں یا ذاتی عبادت کا مقصد ہے اقامت الصلوۃ۔ اقامت الصلوۃ کیا ہے؟ کہ وہ تہذیب وہ کلچر وہ معاشرہ تشکیل دیا جائے جس میں صلوۃ قائم ہو جس میں بندے اللہ کے حضور پیش ہوں۔ قرآن نے جہاں جہاں اقامت الصلوۃ کہا ہے وہاں ہم نے اس کا ترجمہ نماز پڑھنا لکھ کر جان چھڑالی ہے۔ اردو میں ہم نے اس کا ترجمہ لکھ دیا کہ جو نماز ادا کرتا یا جو نماز پڑھتا ہے میاں یہ اردو ترجمہ صحیح نہیں ہے۔ اقامت کہتے ہیں قائم کرنے کو۔ اقامت الصلوۃ یہ ہے کہ ایسا معاشرہ بن جائے جس میں بندے اللہ کے روبرو کھڑے ہو کر اس کی عبادت کریں۔

عبادت کے لئے کیا چاہئے؟ فرمایا! حلال اور پاکیزہ کھاؤ کہ عبادت کی توفیق ہو۔ اب اقامت الصلوۃ کے ساتھ معاشی نظام جڑ گیا۔ حرام کھائے گا تو اقامت الصلوۃ کیسے کرے گا' معاشی نظام ہی حرام ہوگا' سودی ہوگا تو اقامت الصلوۃ کیا ہوگی؟ تو حسینیت اور درس کربلا یہ ہے کہ کسی ف

سے نہیں اقتدار چھیننے کے لئے نہیں' تخت و تاج کے لئے نہیں' مسلمانوں کے ساتھ اسلامی طرز حیات اور اسلامی نظام حیات کے لئے آج جانیں دی جائیں۔ حق و انصاف کے لئے مجبور کر دیا جائے طاقتور حکمران کو کہ مسلمانوں کا اپنا ایک نظام ہے۔ پوری دنیا میں اگر غیر مسلم کا اپنا ایک نظام ہے تو مسلمان کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ اسی نظام کے زیر سایہ زندہ رہے۔ حسینیت آج نعتیں پڑھنے' بکیں پکانے' رونے پیٹنے سے نہیں بلکہ آج پھر ضرورت ہے' قافلہ انسانیت کو آج پھر ایک حسینؓ چاہئے' لیکن کاش اس قوم کو کوئی حسینؓ بھی نصیب ہو جاتا۔ کاش ہم میں اس جرات اندانہ کی کوئی رمق آ جاتی کہ ہم لاکھوں مل کر ایک حسینؓ کا کردار تو ادا کر سکتے۔ ہم تو چودہ کروڑ مل کر بھی وہ کردار ادا نہیں کر پا رہے علماء ہیں' دانشور ہیں' صلحاء ہیں لیکن سب اقتدار کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں نفاذ اسلام کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ ہم اس فلسفے کو سمجھ ہی نہیں سکتے کہ کربلا کیا تھا۔ مرنے والوں نے جانیں کیوں دیں' انہوں نے سمجھوتہ کیوں نہیں کیا۔ اگر حضرت حسینؓ بیعت کر لیتے تو انہیں عہدہ بھی مل سکتا تھا' دولت بھی مل سکتی تھی' جاگیر بھی مل سکتی تھی اور اگر اس عہد میں یہ بات سمجھی ہے تو ان ان پڑھ پٹھانوں نے۔ بھوکے' پیاسے' مفلس اور غریب پٹھانوں نے اگر یہ روس کی بیعت کر لیتے تو وہ بھی ان کے لئے دولت کے انبار لگا دیتا اور اگر آج امریکا کا ہاتھ چوم لیں تو وہ بھی ان پر ڈالروں کی بارش کر دے لیکن یہ ایسے بے وقوف ہیں کہ ہر طرف ان کے لاشے تڑپ رہے ہیں ہر گھر میں کربلا بنی ہوئی ہے لیکن کہتے ہیں کہ زندہ اسی طرح رہیں گے جس طرح رہنے کا حکم اللہ اور اللہ کے رسول نے دیا ہے۔ مجھے تو کابل میں' افغانستان میں حسینؓ کے نقش قدم پر چلنے والے لاکھوں نظر آتے ہیں لاکھوں پیوند خاک ہوئے جن کے خون اور جن کے لاشے زمین پر تڑپے۔ کیا کربلا کا فلسفہ انہوں نے سمجھا یا ہمارے شاعروں نے؟ انہوں نے سمجھا یا ہمارے ادیبوں نے؟ انہوں نے سمجھا یا ہمارے علماء نے؟ انہوں نے سمجھا یا ہمارے حکمرانوں نے؟ اس یہ بات سمجھ اور شعور کی ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ مجھے آپ کو اور ساری قوم کو اس فلسفے کو سمجھنے اور اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆☆☆☆☆☆

سانحہ کربلا۔ ایک سبق

دیتی ہے ہم کو درس یہ سیرت حسینؓ کی
کہ مصلحت کا دین سے رشتہ نہیں کوئی
ہو شوق سلطنت کا نہ لالچ ہو جاہ کا
حق بات دل میں آئے جو کہہ دے زباں وہی
بچے بھی لے کے شوق شہادت تھے ان کے ساتھ
ہمراہ ان کے تھے وہاں پیرو جواں سبھی
کربل میں گھر لٹا دیا کیا اس میں راز تھا؟
محشر میں گر حسینؓ سے یہ پوچھ لیں نبیؐ
یہ ہے مجھے یقین کہ فرمائیں گے حسینؓ
پوشیدہ اس میں کوئی بھی ذاتی غرض نہ تھی
کہ آپ کا تھا کاشتہ جو دین کا چمن
خون جگر سے آپؐ نے کی آبیاری تھی
قرباں کئے تھے جس کے لئے اپنے جاں نثار
حتیٰ کہ اپنی جان کی پرواہ تک نہ کی
پھل' پھول پودے اس کے تھے سب سوکھنے لگے
حالت دگر گوں آپؐ کے گلشن کی ہوگئی
رہتا اگر خاموش میں کہلاتا ناخلف
مقتل میں جاؤں فیصلہ میں نے کیا یہی
میں خوش ہوں میرے لال یہ فرمائیں گے حضورؐ
کہ آرزو میری تھی جو پوری وہ تو نے کی
تم کھیل جاؤ جان پہ خطرے میں ہو جو دیں
سمجھو گنوایا کچھ نہیں گو جاں چلی گئی
حکم خدا ہے مت اسے مردہ کہو کبھی
کہ دین حق پہ جس کسی نے جان نثار کی
باطل کی آندھیوں سے نہ حق کا دیا بجھا
ہے کربلا میں دیکھ لو پنہاں سبق یہی
صدیوں پرانی کربلا پہ نوحہ خواں ہے تو
کربل کی داستان ہے ہر گام پہ بجی
نکتہ بیاں کیا ہے شہادت کے راز کا
کہ جو اویسی نے کہی حق بات ہے یہی

☆......انجینئر عبدالرزاق اویسی' ٹوبہ ٹیک سنگھ

www.naqshbandiaowaisiah.com

تصوف تو محض نام ہے اس کیفیت کا'
جس میں کامل اتباع نبوت نصیب ہو جائے۔ایسا حال
کہ صرف ظاہری طور پر نہیں' صرف اعضاء و جوارح سے نہیں
بلکہ دل پر بھی ایسی کیفیات وارد ہوں کہ آدمی خلوص دل سے' دل کی
گہرائیوں سے اتباع رسالت کا متمنی ہو جائے اور عملاً اس کے اعضاء و جوارح
اتباع رسالت کی طرف چلنا شروع کر دیں اور اگر غلطی ہو جائے تو اس کا اسے دکھ
لگے اور اس کی پوری محنت' پوری توجہ' پورے خلوص کے ساتھ اتباع رسالت کی طرف
منتقل ہو جائے۔اس مقصد کو پانے کے لئے جو کوشش کی جاتی ہے اسے تصوف کہا گیا
ہے۔اس میں جو استاد ہے' جو سکھانے والا ہے' جو اس فن کی تعلیم دینے والا ہے اسے
شیخ کہتے ہیں جو طالب ہے جو سٹوڈنٹ ہے اسے مرید کہتے ہیں۔بنیادی طور پر
تصوف یہ ہے کہ جتنا جتنا آپ کا دل روشن ہو' جتنی جتنی اس میں اللہ جل شانہ
کی تجلیات آئیں' جتنے جتنے اس میں نبی کریم ﷺ کے انوارات آئیں
اتنا ہی آپ کی دنیوی زندگی کو ایک توازن' ایک حسن' ایک
اعتدال عطا کرتے چلے جائیں اور عملی زندگی معتدل
اور متوازن ہوتی چلی جائے۔

کنزالطالبین

تعاون

اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز
آف پی سی یارن

پُل کوریاں' سمندری روڈ فیصل آباد فون
041-2667571
041-2667572

www.naqshbandiaowaisiah.com

دینی صحافت

زلزلہ اور نئے آئیڈیاز (قسط نمبر 2)

سجاول خان رانجھا

گذشتہ کالم میں بریلوی اور دیوبندی مکاتب فکر کے جرائد کی اداراتی آرا اور اس پر تبصرہ کیا گیا تھا۔ اس دفعہ اہلحدیث اور متفرق نقطہ ہائے نظر کے بعض جریدوں کی آرا پر نقد ونظر کیا گیا ہے۔ موخر الذکر میں وہ رسائل وجرائد شامل ہیں جن کا کسی خاص فرقے سے تعلق نہیں ہے۔ یاد رہے اس وقت پاکستان میں ڈیڑھ سو سے زائد مذہبی جرائد شائع ہو رہے ہیں۔

''سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں'' (اداریہ۔ حافظ عبدالکریم' بانی ومدیر اعلیٰ ماہنامہ البنات ڈیرہ غازیخان) اداریہ نگار آٹھ اکتوبر کے زلزلے کو ایک قومی سانحہ ہی نہیں ''اللہ غفار وجبار کی طرف سے سخت وعید وعذاب اور تازیانہ'' قرار دیتا ہے اور حکمرانوں کے لئے انتباہ جو نام نہاد ''روشن خیالی'' دوسرے معنی میں فحاشی وعریانی کا پرچار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''جو فاحشہ عورتوں کو نکر میں ٹی وی سکرین پر نہیں دیکھ سکتے' وہ ٹی وی آف کر دیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کے شعائر داڑھی اور پردہ کی تضحیک کرتے نہیں شرماتے''۔

تبصرہ۔ آپ کی باتیں بجا۔ لیکن اگر کل علماء کرام اقتدار میں آجاتے ہیں' تو ٹی وی پر عورتوں کی رونمائی کے حوالے سے ان کی پالیسی کیا ہوگی؟ اکثر علماء عورتوں کے کھلے چہرے کے ساتھ سامنے آنے کے قائل نہیں۔ وہ اپنی عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنے کی بالعموم اجازت نہیں دیتے۔ عورت تفریح کے لئے کیا کرے اور کیا اسے ٹی وی ڈراموں میں شمولیت کی اجازت ہوگی؟

ماہنامہ الہادی (کراچی) میں ''بصیرت ونصیحت'' کے عنوان سے اس کے مدیر اعلیٰ مشتاق احمد عباسی مسلمانوں کی موجودہ حالت زار پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان ہادی عالم کے اسوہ حسنہ کو ترک کر چکا ہے۔ عیاشی بدکاری کی طرف بڑھ رہا ہے ''آخر میں مولانا جامی کے اشعار بصورت دردمندانہ درخواست میں کہا گیا ہے ''اے میرے آقا! آپ مدینہ میں آرام فرما رہے ہیں اور مشرق ومغرب میں شر وفساد برپا ہے۔ تباہی وبربادی آئی ہوئی ہے۔ آپ رحمت للعالمین ہیں۔ اٹھیں اور اپنی اس امت کو سنبھالیں' جس پر ادبار چھا چکی ہے''۔

تبصرہ۔ اداریہ نگار کی بات صحیح ہے کہ مسلمان آنحضورؐ کا اسوہ حسنہ ترک کر چکے ہیں۔ لیکن وہ اس سے کس طرح باہر آئیں' اداریے میں اس کا کوئی لائحہ عمل تجویز نہیں کیا گیا۔ حضور اکرمؐ نے جو پیغام دینا تھا دے دیا۔ وہ قرآن وسنت کی صورت میں رہتی دنیا تک ہماری رہنمائی کیلئے موجود ہے۔ اس کی روشنی میں اجتہاد کیجئے۔ عصری علوم اور جدید ٹیکنالوجی پر عبور حاصل کیجئے اور کمر ہمت کس کر میدان میں خود نکلئے اور عصر حاضر کے چیلنجوں کا سامنا کیجئے۔ بجائے اس قسم کی جذباتی باتیں کہنے کے کہ ''آپ رحمت العالمین ہیں۔ اٹھیں اور ہمیں سنبھالیں ورنہ ہم برباد ہو چکے''۔

ہفت روزہ ندائے خلافت ڈاکٹر اسرار احمد کی سرپرستی میں لاہور سے نکلتا ہے۔ ''چوں کفر از کعبہ برخیزد'' کے عنوان سے ایوب مرزا ڈاکٹر جاوید اقبال کے فرمودات کا حوالہ دیتے ہیں ''قائداعظم اور اقبال آج زندہ ہوتے تو ملکی حالات دیکھ کر خودکشی کر لیتے۔ علامہ جدید اسلامی ریاست کا تصور رکھتے تھے۔ شراب سے ریونیو اکٹھا کر کے ہم غربت ختم کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم نے تو اسے حرام قرار دے رکھا ہے۔ شراب پینے سے کسی کی عاقبت خراب نہیں ہوتی''۔ اور اس پر افسوس کے ساتھ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''یہ فرمودات عالیہ کسی کٹر مارکسسٹ دانشور یا فتنہ کا مست کے نہیں بلکہ ڈاکٹر جاوید اقبال فرزند ارجمند علامہ اقبال

www.naqshbandiaowaisiah.com

کے ہیں"۔

تبصرہ۔ افسوس تو ہمیں بھی ہے، لیکن حیرت اس لئے نہیں ہوئی کہ فرزند اقبال نے "حق گوئی و بیباکی" کا کچھ زیادہ ہی مظاہرہ کر دیا ہے۔ وگرنہ قائداعظم اور علامہ اقبال کی جتنی کچھ تکریم ہمارے دلوں میں ہے، اس کا ہمیں اچھی طرح علم ہے۔ کیا یہ درست نہیں ہے کہ ہمارے قائدین، دانشور اور اہل علم ان کا نام اور کام عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے دہراتے رہتے ہیں؟ کیا آج کا پاکستان اسی حقیقت کا غماض نہیں ہے؟ یہ ان کے یوم پیدائش پر بیانات کے ذریعے محض شوشہ بازی کرتے ہیں اور دو دنوں بعد ۲۵ دسمبر کو پھر کریں گے۔ کیا قائداعظم اور اقبال آج کا پاکستان دیکھ کر صدمے سے دوچار نہ ہوتے کہ انہوں نے کیا سوچا اور تصور پیش کیا تھا اور ان کے جانشینوں نے اس کا کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟ کسی ایسے پاکستان کو دیکھ کر وہ کیا کرتے؟ اس کے لئے شاید ڈاکٹر جاوید اقبال کی طرح ذہن رسا چاہئے۔

رہی شراب کی حرمت کی بات تو وہ تو ہے۔ البتہ اس سوال کا جواب دے دیجئے کہ یہ حرام ہونے کے باوجود ملک کے طول و عرض میں کیوں پی جاتی ہے اور پینے والوں میں وہ بھی ہیں، جنہیں "جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے" آپ کے قائدین میں شمار ہوتے ہیں۔ ان میں جرنیل، بیورو کریٹ اور سرکردہ صحافی بھی شامل ہیں۔ شراب حرام ہے تو اسے عملاً بھی حرام نظر آنا چاہئے۔

پندرہ روزہ جہاد کشمیر (۱۶ تا ۳۰ نومبر ۲۰۰۵ء) کے اداریے "اذا زلت الارض زلزالھا" میں زلزلے سے متعلق براہ راست اور بالواسطہ متاثرہ افراد کو تین گروہوں میں بانٹا گیا ہے۔ اللہ کے نیک بندوں اور معصوم بچوں کے لئے یہ زلزلہ "انعام" تھا، جنہیں بیٹھے بٹھائے شہادت مل گئی"۔ ۲۔ "عام گناہ گار بندوں کے لئے یہ خوفناک تباہی ایک شدید وارننگ ہے۔ ان میں وہ بھی ہیں جو زلزلے میں موت سے بچ گئے ہیں اور وہ بھی، جن کو زلزلے کا جھٹکا بھی نہیں پہنچا"۔ ۳۔ "باغیوں کے لئے یہ زلزلہ عذاب تھا اور یقیناً نئے خوابوں کا پیش خیمہ بھی ہے۔"

تبصرہ۔

آپ یہ کیسے حکم لگا سکتے ہیں کہ جو زلزلے میں جاں بحق ہو گئے ہیں، وہ لازماً اللہ کے نیک بندے تھے اور انہیں موت بطور "انعام" اور "شہادت" مرحمت فرمائی گئی ہے۔ جبکہ انہی کے بہت سے لواحقین، جن میں معصوم بچے، عورتیں بوڑھے تھے، وہ تمام "گناہ گار" تھے جنہیں "شدید وارننگ" دی گئی ہے۔ وہ جو ساری زندگی کے لئے معذور ہو گئے ہیں جن بچوں کی ریڑھ کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں اور ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے ہیں، انہوں نے کیا ایسے جرائم کئے ہوں گے جن کی انہیں عمر بھر کے لئے یہ سزا ملی؟ تیسری کیٹیگری میں جن باغیوں کے لئے آپ نے زلزلے کو عذاب قرار دیا ہے، انہیں کیا سزا ملی؟ اداریہ نگار اسی قسم کے ایک "باغی" کا ذکر اپنے اداریے میں کرتا ہے ...... پاک فوج کے ترجمان میجر جنرل شوکت سلطان نے خبر رساں ایجنسی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ جب زلزلہ برپا ہوا تو میں ناشتہ کر رہا تھا۔ ایک اسلامی فوج کے ترجمان کی طرف سے اس بات کا اعتراض بجائے خود عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے کہ وہ رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کے بجائے اعلانیہ اس کی بے حرمتی کر رہے تھے"۔ لیکن یہ اور اس قسم کے دیگر "باغیوں" اور ان کے ہیڈ فگر کا تو بال بیکا نہیں ہوا۔ جو مجل خراب ہوئے ہیں، وہ سزا میں بظاہر عدم توازن پر غالب کی زبان میں کہہ سکتے ہیں۔

حد چاہئے سزا میں عقوبت کے واسطے
آخر گناہ گار ہوں کافر نہیں ہوں میں

لوگ اسلام آباد پر بھی انگلیاں اٹھاتے ہیں۔ وہ قائم و دائم ہے؟ جبکہ زیادہ تر غریب مارے گئے ہیں، جو اپنی تمام تر ممکنہ "بداعمالیوں" کے باوجود "دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں"۔ اس امر کی آپ کیا توجیہہ کریں گے؟

(ختم شد)

بشکریہ روزنامہ "ہمدرد" اسلام آباد

☆☆☆☆

اگر یہ گورے کا مسئلہ ہوتا

(زیرو پوائنٹ)

جاوید چوہدری

لاہور میں میرے ایک دوست کالم نگار ہیں وہ مجھ سے سینئر ہیں اگر میں یہ کہوں میں نے ان کی تحریریں پڑھ کر قلم پکڑنا اور پھر گھسٹینا شروع کیا تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ کالم بے شمار لوگ لکھتے ہیں لیکن جتنا ابلتا' کھولتا اور تیز ابی قسم کا کالم میرے یہ دوست تحریر کرتے ہیں اتنا آج تک کسی نے تحریر کیا اور نہ ہی کوئی کرے گا۔ میرے یہ دوست اپنی ذات اور اپنی تحریر دونوں میں انقلابی ہیں۔ وہ آج کل پاکستان میں مغرب کی انسان دوستی کے وکیل ہیں۔ وہ دوستوں کی محفل میں یورپ اور امریکہ کی ایجادات' انسانی حقوق اور ترقی کی اس قدر وکالت کرتے ہیں کہ لوگ انہیں جاسوس سمجھنے لگے ہیں' ہم لوگ ان سے اکثر کہتے ہیں'' یہ ٹھیک ہے ہم بہت پسماندہ ہیں' عالم اسلام نے اتنی ترقی نہیں کی جتنی اسے کرنی چاہئے تھی' ہمارے زیادہ تر مسائل اور بگاڑ بھی خود پیدا کردہ ہیں لیکن اس کے باوجود عالم اسلام کو سرے سے مسترد کر دینا یا اسے فریادی ریوڑ کا خطاب دے دینا زیادتی ہے' اس کے جواب میں وہ بڑی دلچسپ دلیل دیتے ہیں' وہ کہتے ہیں'' تم لوگ اس کمرے کا جائزہ لو اور بتاؤ اس میں کون سی چیز ہماری ایجاد ہے' تم لوگ پنکھے سے لے کر ہیٹر تک اور چھت سے لے کر دروازے کی ناپ تک کوئی چیز اپنی بتا دو' میں تمہارے ہاتھ چوم لوں گا' تمہاری قمیض کا پٹا تک کسی مسٹر فلپ کی ایجاد ہے' یہ کاغذ' یہ پین اور اس پین کی سیاہی تک کسی رچرڈ نے بنائی تھی' یورپ اور امریکہ میں گرمی نہیں پڑتی لیکن ان لوگوں نے ہم جیسے گرم علاقوں کے رہنے والوں کے لئے ایئر کنڈیشنر اور روم کولر ایجاد کئے' انہوں نے ہمیں ریفریجریٹر کا تحفہ دیا' تم یقین کرو یورپ اور امریکہ انسانیت کے محسن ہیں'' ہم لوگ عموماً ان کی باتوں پر ہنستے ہیں' ایک دن وہ میرے ساتھ لاہور کے ایک فائیو سٹار ہوٹل سے نکل رہے تھے' راستے میں ہمارا ٹاکرا ایک ایسے صاحب سے ہو گیا جو پان چبا رہے تھے' ان کا منہ پیک سے بھرا ہوا تھا' باچھوں سے سرخ رنگ کی ریلیں نکل رہی تھیں اور وہ بڑی سرگرمی سے کوئی ایسی جگہ تلاش کر رہے تھے جہاں وہ اس پیک کا بوجھ ہلکا کر سکیں۔ آگے پیچھے کوئی ایسی جگہ نہیں تھی وہ صاحب جب سانس لینے تک سے لاچار ہو گئے تو ایک گملے پر جھکے اور اپنا سارا بوجھ پودے کی جڑوں میں اتار دیا۔ میرے دوست یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے انہوں نے قہقہہ لگایا اور میرا بازو تھپتھپا کر بولے'' افسوس گورا پان نہیں کھاتا' اگر وہ پان کھاتا ہوتا تو وہ اب تک پیک لیس پان ایجاد کر چکا ہوتا' لوگ پان چباتے اور اس کی پیک دھواں بن کر کان یا ناک سے باہر نکل جاتی۔ لوگوں کو یوں گملے گندے نہ کرنا پڑتے'' میں نے قہقہہ لگایا اور ہوٹل سے باہر آ گئے۔

مجھے عید کے دن اپنا یہ دوست اور اس کی یہ بات بہت یاد آئی۔ میرے والد اور والدہ اس وقت حجاز مقدس میں ہیں۔ وہ حج کے لئے گئے ہیں۔ عید سے ایک دن پہلے میں نے اباجی کو فون کیا ان کی آواز میں ارتعاش سا تھا۔ میں نے وجہ پوچھی تو وہ ہنس کر ٹال گئے لیکن مجھے احساس ہوا کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ میرے اصرار پر انہوں نے بتایا وہ منیٰ میں ہیں اور امی جی ہجوم میں گم ہو گئی ہیں۔ اباجی خاموش ہوئے تو ٹینشن کا نہ ختم ہونے والا دور شروع ہو گیا۔ میں نے مذہبی امور کے وفاقی وزیر اعجاز الحق کو فون کیا وہ بھی سعودی عرب میں تھے۔ انہوں نے بتایا وہ خود گم ہو گئے ہیں اور پچھلے سولہ گھنٹوں سے انہیں راستہ نہیں مل رہا۔ میں نے وفاقی سیکرٹری وکیل احمد خان صاحب سے رابطہ کیا' وہ لاہور تھے انہوں نے بھرپور مدد کا وعدہ کیا میں نے جدہ اور مکہ میں موجود اپنے تمام دوستوں سے درخواست کی لیکن سب کا کہنا تھا تیس پینتیس لاکھ لوگوں میں سے ایک خاتون کو تلاش کرنا ممکن نہیں۔ اس کے بعد میرا پورا خاندان تھا' پریشانی تھی اور ٹیلی فون تھے۔ وکیل صاحب نے اپنے سٹاف کو کہہ دیا وہ بے چارے بھی کوششوں میں مگن ہو گئے لیکن پریشانی کا سلسلہ دراز ہوتا

www.naqshbandiaowaisiah.com

چلا گیا۔ عید کا سارا دن اسی پریشانی میں گزرا۔ عید کے دوسرے دن بھی تلاش جاری رہی۔ شام کو وکیل احمد خان صاحب نے خوش خبری سنائی "اماں جی مل گئی ہیں، وہ چلتے چلتے مکہ پہنچ گئی ہیں" ہم سب لوگوں کے دم میں دم آیا ابا جی سے بات ہوئی تو معلوم ہوا وہ دونوں دوبارہ منیٰ جارہے ہیں۔ امی جی نے ابھی رمی کرنی تھی ہم لوگ مطمئن ہو گئے لیکن ہم ابھی پوری طرح صدمے سے باہر نہیں نکلے تھے کہ پتہ چلا منیٰ میں بھگدڑ مچ گئی ہے۔ ہم لوگوں نے دوبارہ ٹیلی فون سنبھال لیا ابا جی کا موبائل بند تھا۔ ٹینشن کا دوسرا دور شروع ہو گیا۔ سارا خاندان ٹیلی ویژن اور ٹیلی فون کے درمیان لٹک کر رہ گیا۔ ٹیلی ویژن پر مرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ ہر اعلان ہمارے سروں پر بم کی طرح پھٹتا تھا۔ رات دس بجے والد صاحب سے رابطہ ہوا، معلوم ہوا وہ پوری طرح خیریت سے ہیں۔ ان کے موبائل کی بیٹری ختم ہو گئی تھی ہم سب لوگوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ آج ہفتے کا دن ہے میرے والد مکہ میں بیٹھ کر فلائٹ کا انتظار کر رہے ہیں اور میں ان کی صحت مندانہ اور باعزت واپسی کے لئے لوگوں کی منتیں کر رہا ہوں۔

میں نے حج کے دوران بھگدڑ مچنے اور اس کے نتیجے میں حجاج کرام کی اموات کی پہلی خبر 1980ء میں پڑھی تھی۔ میں اس وقت چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ اس کے بعد کوئی سال ایسا نہ گزرا جس میں حاجیوں کی اموات کی خبر نہ آئی ہو۔ ہر سال حج کی فلائٹس واپس آتی ہیں تو وہ اپنے ساتھ آہیں اور سسکیاں لے کر آتی ہیں۔ پاکستان میں ہر سال سینکڑوں ہزاروں خاندان میری طرح سولی پر لٹک کر عید گزارتے ہیں۔ ہر سال بھگدڑ مچتی ہے۔ ہر سال خیموں میں آگ لگتی ہے، ہر سال کوئی نہ کوئی عمارت گرتی ہے۔ ہر سال لوگ گم ہوتے ہیں اور ہر سال فلائٹس لیٹ ہوتی ہیں اور ہم لوگ چند ماہ بعد یہ مسئلہ بھول جاتے ہیں۔ یہ مسئلہ صرف پاکستان تک محدود نہیں پورا عالم اسلام ہر سال ایسی صورتحال کا شکار ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں سعودی حکومت حجاج کرام کے لئے سسٹم بنا رہی ہے۔ وہ سہولیات میں بھی اضافہ کر رہی ہے لیکن اس کے باوجود یہ مسائل موجود ہیں۔ اس کے باوجود حج کے دوران وہ نظم و نسق نظر نہیں آتا جو حج جیسے مقدس فریضے اور حجاز جیسی مقدس جگہ پر ہونا چاہئے۔ خدا کی پناہ اللہ کے گھر میں اللہ کے مہمان دوسرے مہمانوں کے قدموں تلے روندے جائیں۔ اس سے بڑی بدنظمی اور اس سے بڑی بدنصیبی کیا ہوگی۔ مجھے یقین ہے یہ خبر جب عیسائی اور یہودی میڈیا سے نشر ہوتی ہوگی تو پوری دنیا ہم پر ہنستی ہوگی۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ جو لوگ اطمینان سے شیطان کو کنکریاں نہیں مار سکتے وہ شیطان کا مقابلہ کیا کریں گے۔ میں کل سے سوچ رہا ہوں اگر یہ یورپ، امریکہ یا مشرق بعید کا مسئلہ ہوتا تو کیا یہ اب تک موجود رہتا؟ کیا اب تک لوگ اس طرح دوسروں کے قدموں میں روندے جاتے اور کیا اب تک وہاں اسی طرح بھگدڑ مچتی رہتی؟ مجھے ہر بار اس کا جواب نفی میں ملتا ہے۔ مجھے یقین ہے گورے اب تک اس کا کوئی نہ کوئی حل تلاش کر چکے ہوتے۔ وہ منیٰ میں ایسے بیس بیس پچیس پچیس منزلہ پل بنا چکے ہوتے، جن میں لوہے کی رکاوٹیں ہوتی اور جن میں لوگ ایک دوسرے سے ٹکرائے بغیر کنکریاں مار سکتے۔ وہ ایسا سسٹم بنا چکے ہوتے جس میں لوگ ایک دوسرے سے الجھے بغیر طواف کر لیتے اور جس کے ذریعے لوگ تین دن میں اپنے اپنے گھروں میں واپس لوٹ جاتے۔ میں جوں جوں اس نقطے پر سوچتا ہوں مجھے محسوس ہوتا ہے میرا کالم نگار دوست ٹھیک کہتا ہے "جو لوگ اللہ کے گھر میں نظم و ضبط نہیں رکھ سکتے جو اپنے سے کمزور بیمار اور بوڑھے حاجی کو پاؤں تلے روند ڈالتے ہیں وہ لوگ مومن تو دور انسان تک کہلانے کے قابل نہیں" میرا دوست صحیح کہتا ہے "اگر یہ جاپان گورے کا مسئلہ ہوتا تو وہ اب تک پیک لیس پان ایجاد کر چکا ہوتا۔ وہ دس میل دور کھڑا ہو کر مشین کے ذریعے شیطان کو کنکریاں مار رہا ہوتا۔ وہ سیف اینڈ ساؤنڈ طواف کر رہا ہوتا۔ وہ حج کر کے باحفاظت واپس آجاتا وہ اصلی اور سچا مسلمان ہوتا"۔

"بشکریہ روزنامہ جنگ"

☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

"اروما پیتھی"، علم زرعہ اور علم الادیان میں نئی جہت

از حکیم میاں عزیز احمد جھنڈیر گولڈ میڈلسٹ

اس مضمون کا ایک حصہ میں نے تقریباً آٹھ سال قبل اسی عنوان سے تحریر کیا تھا۔ اب اس سمت میں مزید پیش رفت کرتے ہیں۔ قارئین کرام! سبزہ پانی درخت پودے پھول اور خوشبو میں بسا ماحول حسین صحت مند زندگی کا بہترین گلدستہ ہے۔ پودوں کی بھی ایک خوبصورت اور پاکیزہ زندگی ہے اور اشرف المخلوقات کی دوستی کا ہمیشہ دم بھرتے ہیں اور انسان کے ماحولیاتی نظام کو مزین مفید اور صحت افزا کی اعلیٰ اقدار فراہم کرتے ہیں۔ پودوں کی خوشبو ہی دراصل انکی زبان ہوتی ہے جس سے وہ اپنے تمام سکھ اور دکھ درد کی باتیں کرتے ہیں۔ پودوں کی اقسام کے اعتبار سے انکی عادات فصلات الگ ہوتی ہیں۔ بعض پودے اور پھول وقت کے ساتھ اپنی خوشبو چھوڑتے ہیں رات کی رانی اور دن کا راجہ اس ضمن میں مشہور ہیں بعض پودے ایسے انسانوں سے بات کرتے ہیں جنکو وہ پسند کرتے ہیں جب کوئی ناپسندیدہ انسان انکے قریب جائے تو اپنی خوشبو چھپا لیتے ہیں۔ بعض پودے بڑی غریب اور سادہ طبیعت کے ہوتے ہیں اور اپنی خوشبو وقت بے وقت بکھیرتے رہتے ہیں دراصل وہ اپنی خوشبو روکنے پر حاوی نہیں ہو سکے مثلاً کیکر۔ پھلاہی وغیرہ۔ پودوں کی ان عجیب وغریب عادات واطوار اور مفادات پر دنیا میں جدید تحقیق ہو رہی ہے۔ دراصل دنیا میں علم الابدان میں زیادہ فوقیت مغربی حکومتوں کی سرپرست میں "ایلوپیتھی" کو دی جاتی رہی ہے۔ ایلوپیتھی میں بھی ادویات کی تیاری میں جڑی بوٹیوں سے مدد لی جاتی ہے اور ان ادویات کو ریفائینڈ طریق کار سے گولیوں' انجکشن اور شربتوں وغیرہ کی شکل دی جاتی ہے اسکی تجارت کا تعلق ملٹی نیشنل کمپنیوں یا دیگر مغربی ممالک کے مفادات کی کمپنیوں اور ملکوں حکومتوں سے ہے۔ جسکی بنا پر دنیا میں اسے انسانی علاج میں برتری حاصل رہی ہے۔ اسکے بعد آنے والے طریق علاج کو ہومیوپیتھی کہتے ہیں۔ یہ طبع بالمثل بھی کہلاتا ہے۔ کافی عرصہ اس پر بہت کم اعتماد کیا جاتا رہا ہے۔ اب اس طریق کار پر بھی تحقیق ہو رہی ہے اور اسے بھی مفید گردانا جا رہا ہے۔ دنیا میں سب سے قدیم علاج کا طریق کار "یونانی آیورویدک" ہے۔ چونکہ اس طریق کار کا تعلق مشرقی ممالک سے تھا اور یہ دنیا میں سب سے سستا آسان مفید اور نقصان کے غلط پہلوؤں سے مبرا ہے۔ انگلش حکومت کے سوسالہ دور کے شکنجے میں نہ صرف اسکی تحقیق کی سرپرستی سرکاری طور پر بند رہی بلکہ اس کے خلاف اتنا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ اس علم کی افادیت ختم ہونے والی ہوگئی' مگر گذشتہ صدی میں ان علوم کے احیاء کیلئے چند مخلص اور ماہر فن اطبا کی قیادت ابھری اور اس علم کی بقا قائم ہوگئی اب اس علم کی ایک شاخ اروما پیتھی پر دنیا میں جدید تحقیق ہو رہی ہے۔ دراصل دنیا میں پائے جانے والے ماصفی پودے' ماحولیاتی آلودگی' ضرر رساں کیڑوں کے خلاف انسانی' حیوانی جماداتی نباتاتی بیماریوں کے خلاف اپنی خوشبوؤں کا ایسا ماحول مرتب کرتے ہیں کہ قدرتی طریق کار سے مفید انداز میں ان بیماریوں پر کنٹرول ہو جاتا ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال۔ مروارید ایک موتی کی قسم ہے جب کسی انسان خاص طور پر بچے میں تپ محرقہ (ٹائی فائیڈ) راسخ ہو جاتا ہے تو اس وقت یونانی حکمت کے تحت ایک مروارید کا موتی روزانہ چھ سات دن کھلایا جاتا ہے۔ حالانکہ موتی جوں کا توں فضلہ میں بالکل نکل جاتا ہے اور یہ انمل ہوتا ہے مگر یہ اپنی خوشبو یا رومانیت مریض کے اندر چھوڑ جاتا ہے جس سے مریض صحت یاب ہو جاتا ہے۔ موتی نگلنے سے پہلے اور بعد از فضلے میں برآمد ہونے والے کا لیبارٹریز ٹیسٹ لیا گیا تو باہر نکلے موتی میں اسکی بوباس رومانیت اثرات موجود نہ تھے۔ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اب بھی علم الابدان کے مغربی دانشور اس یونانی طرز علاج میں علم الابدان اور ایلوپیتھی انداز کو نباتاتی ماحولیاتی نظام میں فصلات اور باغات وغیرہ کیلئے اس لئے اپنایا جا رہا ہے کہ ایلوپیتھی کی مفید ادویات خصوصاً اینٹی بائیوٹک گروپ کے ثانوی اثرات میں گردوں کی خرابی' دماغ کی بیماریوں اور شیزوفرینیا' ڈپریشن وغیرہ' جلدی اور دل کی بیماریاں' کالا یرقان' جوڑوں کے درد وغیرہ کے خلاف قوت مدافعت کا کمزور ہونا اور زرعی ادویات میں خصوصاً کلوری نیٹڈ اور ہیراتھرائیڈ گروپس کی ادویات سے ماحولیاتی نظام اور انسانی بدن میں زہریلے اثرات وغیرہ یہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

بہت لمبا موضوع ہے اور ان پر میرے کم از کم چالیس مقالہ جات قومی اور بین الاقوامی سطح پر شائع ہو چکے ہیں مگر آج ہمارا موضوع اروما پیتھی ہے اور دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک میں اس پر بڑے بڑے تجربات کئے جا رہے ہیں۔ اس بارہ میں چند ایک تجرباتی مفید معلومات اور سفارشات ...... اپنے گھریلو ماحول میں پودینہ' مروا' ریحان' جربرا' گلاب' جرینیم' میری گولڈ' موتیا' لیونڈر' لیمن گراس' لیمن وربنیا کے پودے لگائیں ان میں سے کچھ پودوں کی افادیت اس بارہ میں بیان کرتا ہوں۔ پودینہ اور نیاز بو کے پودے سے نکلنے والی خوشبو معدہ میں بھوک بڑھاتی ہے اور آنتوں میں لعاب دہن کی بہترین تشکیل ہوتی ہے۔ جربرا اور میری گولڈ (جعفری) کی خوشبو کے ماحول میں سفید مکھی اور دیگر نقصان دہ کیڑے نہیں آتے۔ اگر سبزیوں میں میری گولڈ اور جوار کے مناسب قدر کے پودے وقفہ وقفہ سے لگا دیئے جائیں تو سبزیات بے حد صحت مند اور کیڑوں کے حملہ سے محفوظ رہتی ہے نیاز بو کا ایک بڑا پودا گملے میں لگائیں اور رات کو اپنی خوابگاہ میں کسی کونے میں رکھ دیں تو اس ماحول میں مچھر نہیں آئیگا' تل اور سرسوں کے تیل کے چند قطرے نیم گرم پانی میں ڈالکر غسل کرنے سے جوڑوں کے درد اور جلدی امراض میں فائدہ ہوتا ہے۔ جنگلی گلاب کا عرق + لیونڈر ائیل + لیموں کے چند قطرے ملا کر بدن پر ہلکا مساج یا مالش کرنے جلدی پھنسیاں داغ' ہائی بلڈ پریشر اور فلو کیلئے مفید ہوتا ہے زیتون کے تیل کی ہلکی مالش سے جلدی گلٹیاں ایڑیوں کا پھٹ جانا۔ جلدی خشکی' فالج' لقوہ اور ایگزیما میں بے حد مفید ہوتا ہے سبز دھنیا' پودینہ' پیاز اور لہسن کے سبز پتے کی سلاد میں آمیزش سے معدہ دماغ اور جگر پر مفید اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ موڈ میں خوشگوار تبدیلی کیلئے ادرک اور لونگ کو شدید گرم پانی میں ڈال کر بھاپ لینے اور نیم گرم پانی میں ان پر دو چیزوں کی ہلکی آمیزش سے ہاتھ لینے میں بے حد فائدہ ہوتا ہے بلکہ انسانی ذہن تاریک پہلوؤں سے نکل کر مثبت انداز کی سوچ میں بدلنے لگتا ہے۔ قارئین کرام! آپ نے امرت دھارا کا نام تو سنا ہوگا۔ یہ صرف ست پودینہ + ست اجوائن + ست کافور کا امتزاج ہے جتنی بیماریوں میں اسکی افادیت بیان کی جاتی ہے وہ صرف اسکی خوشبو کی انتہائی جاذبیت کی بنا پر ہوتی ہے نیز آپ کو یہ بھی علم ہوگا کہ کافی عرصہ قبل ٹی بی جیسی مہلک بیماریوں کے امراض میں مریضوں کو صحت افزا مقامات گھوڑا گلی زیارت اور شملہ وغیرہ کی طرف کچھ عرصہ گزارنے کی سفارش اور ہدایت کی جاتی تھی۔ ٹی بی کا مشہور ہسپتال صرف اس مرض کے مریضوں کی فضائی تبدیلی کیلئے بنایا گیا تھا۔ امریکہ یونیورسٹی کی جدید تحقیق میں اگر ٹی بی' یا پلیو ایسی وغیرہ کے امراض کا مریض اگر 200x200 فٹ نیم کی گھنی چھاؤں میں کم از کم 90 دن گزارے تو اس کے جسم سے ٹی بی کے نہ صرف جراثیم ختم ہو جاتے ہیں بلکہ اسکے بدن میں ان بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ گلگت کے علاقہ ہنزہ کے مقامات میں 150 سال کی عمر کے کم از کم 5000 انسان اب بھی معمول کی زندگی گزارتے آپ کو ملیں گے۔ اب قارئین کرام! تصویر کا اصلی رخ مندرجہ بلا تحقیق کے حوالے سے یہ بھی عرض کر دوں کہ میں قبل ازیں شائع ہونے والے صفی مقالہ جات میں عرض کر چکا ہوں کہ تمام علوم کا مالک خدائے ذوالجلال ہے اور مخلوق خدا کو ضرورت کے مطابق ان علوم کی روشنی خدا کے رسولوں کے ذریعے ہوتی رہی ہے۔ مسلمان ہی تمام علوم کا وارث ہے۔ یہ تمام علوم جیومیٹری' الجبرا' حساب' علم الحیات وکائنات' علم الابدان' ایٹمی اور سائنسی علوم کی ابتدا اور انتہا ہمارا ہی محفوظ اثاثہ ہے۔ ہماری لائبریریوں کو انگریز اپنے ملک میں لوٹ کر لے گیا۔ اور ان علوم کی اصطلاحیں بدل کر مالک بن بیٹھا' دنیا میں خوشبویات کا تذکرہ اور اس تجارت کی منڈی 3000 سال قبل مسیح میں عرب ممالک اور خصوصاً مکہ مارکیٹ کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس علم کی بہت بڑی قابل ستائش جھلک بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ نے جب حضور ﷺ سے نکاح کا مشورہ اپنے والد گرامی سے کیا تو انہوں نے اپنی امیری اور حضور ﷺ کے خاندان کی غریبی کے پیش نظر انکار کر دیا۔ جس پر بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ نے ایک ''خلوق'' نامی خوشبو اپنے گھر میں چھڑکی اور والد گرامی کے بستر اور کپڑوں پر بھی لگا دی (بحوالہ حیات صحابہ) تو اس خوشبو کے خوشگوار ماحول میں والد اقدس نے بی بی خدیجہؓ کو اجازت بخشی اور حضرت خدیجہؓ نے اپنے چچا زاد بھائی کو ولی بنا کر حضورؐ سے نکاح فرمایا...... تمام علوم کی ابتدا ہمارے اکابرین کی ہے یہ الگ بات کہ ہمارے شاگرد اپنے آپ کو عالم فاضل کہلانے لگے اور استادوں کی اولاد جاہل ہوتی چلی گئی۔ خداوند ہمارا حامی وناصر ہو۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

کشمیر میں چند روز (قسط نمبر 2)

ساغر اویسی

ادویات سٹور میں تاش کے پھینٹے ہوئے پتوں کی شکل میں پڑی ہوتیں۔ سارا دن سٹور کو کھنگالتے رہتے جونئی دوا ہاتھ لگتی فوراً میز پر سجا دیتے۔ آفتاب صاحب دن میں کئی دفعہ میرے پاس آتے اور تاکید کرتے کہ جو غریب مریض آئے اُسکو فلاں دوائی زیادہ دے دو۔ پٹی کرنے کے ساتھ ساتھ مرہم پٹی کا سامان بھی مریض کو وافر مقدار میں دے دو۔ ڈیٹول بہت پڑا ہے۔ پائیوڈین بہت ہے' مریضوں کو دے دیا کرو ہوسکتا ہے دور سے آنے والے یہ مریض دوبارہ نہ آسکیں' گھر میں خود پٹی کرلیا کریں اور باقی اہل خانہ کا بھی علاج معالجہ کرسکیں۔ مریضوں کی تعداد روزانہ سینکڑوں ہوتی تھی۔ جس کی جو ذمہ داری تھی اُسے سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ سارا دن قریب بیٹھنے کے باوجود ایک دوسرے سے غافل رہتے۔ صرف نمازوں کے اوقات میں ایک دوسرے سے قدرے گپ شپ کا موقع ملتا۔ ایک دوسرے کا حال چال پوچھتے اور پھر کام میں جُت جاتے۔ مصروفیات افطاری تک اور بعض اوقات افطاری کے بعد بھی جاری رہتیں۔ دو دن بعد دور دراز علاقوں میں کیمپ لگانے کا پروگرام بنا کیونکہ ذرائع آمدورفت کی کمی اور سڑکوں کی ٹوٹ پھوٹ کے باعث دور دراز سے مریض خصوصاً خواتین مرکزی کیمپ تک نہیں آسکتی تھیں۔ الحمدللہ' اللہ نے اپنی مخلوق کی خدمت کے لئے ہمیں انڈیا کی سرحد تک جانے کی توفیق دی۔ ایک دن مرکز میں اور ایک دن باہر کیمپ لگانے کا پروگرام تشکیل دیا گیا جس پر آخر تک عمل ہوتا رہا۔ صبح قافلہ دو گاڑیوں میں روانہ ہوتا ایک میں ادویات اور دوسرے میں معالجین۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے مریض کثیر تعداد میں موجود ہوتے۔ مریضوں کے آنے جانے کا سلسلہ سارا دن جاری رہتا۔ وہاں پہاڑوں پر دور دور مکان بنانے کا رواج ہے۔ مریض پہاڑوں سے اُترتے اور جوق در جوق ہمارے گرد جمع ہو جاتے۔ اردگرد کا موسم اور مناظر بالکل جنت کا منظر پیش کرتے' نگہ کھوئی جاتی لیکن مصروفیات ایسی کہ سارا دن اپنی بھی ہوش نہ رہتی۔ نماز ظہر تک یہ مصروفیات جاری رہتی۔ ظہر کے وقت جسمانی زخموں اور بیماریوں کی مرہم پٹی روک کر مریضوں کی روحانی مرہم پٹی کی جاتی۔ روحانی امراض کی تشخیص اور علاج کی سعادت امیر محترم پروفیسر شبیر حسین صاحب کے حصے میں آتی۔ سینکڑوں کے مجمعے میں وہ بغیر کسی سپیکر وغیرہ کے خطاب فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بے پناہ علم عطا فرمایا ہے اور ایک خوبصورت اور دلکشف طرز بیاں بھی۔ وہ آہستہ آہستہ اپنے موضوع کی تہہ میں اُترتے جاتے ہیں اور مخاطب کے دل میں اُتار دیتے ہیں۔ عام فہم' سادہ اور آسان انداز میں بڑی بڑی مشکل اور گہری باتیں مخاطب کو ازبر کروا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے۔ ہر دم باوضو رہنا' صبح شام تقریباً ڈیڑھ گھنٹے ذکر' تہجد' اشراق اور اوابین سمیت تمام نفلی عبادات بھی اُن کے معمولات میں شامل ہیں۔ (میں شروع شروع میں بہت خوش تھا کہ اتنے نیک آدمی کا ساتھ بابرکت ہوگا لیکن یہ خوشی اُس وقت کافور ہوگئی جب انہوں نے بزور بازو مجھ ایسے واجبی عبادت گزار کو بھی اس معمول میں گھسیڑ لیا) وہ ہمارا ہر طرح خیال رکھتے۔ بڑا بھائی' استاذ' لیڈر غرضیکہ وہ ایک ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ اُن کی کئی باتوں میں حضرت جی مدظلہ کا عکس نظر آتا' حضرت جی یاد آتے۔ حضرت جی تمام روحانی بیٹوں کے لئے ایک نعمت اور رحمت ہیں۔ وہ تمام روحانی بیٹوں سے حقیقی بیٹوں کی طرح پیار کرتے ہیں بلکہ میں نے اُن میں مادری اور پدری دونوں محبتوں کو یکجا دیکھا ہے۔ مادری محبت میں محبت ہی محبت ہوتی ہے جو ریشم کی طرح ہوتی ہے لیکن والد کی محبت میں ایک کھڑکا دڑکا بھی ہوتا ہے جو بوقت ضرورت کام میں لایا جاتا ہے۔ لیکن دونوں اولاد کی فلاح و بہبود اور جسمانی اور روحانی ترقی کے لئے آخری درجہ تک چلے جاتے ہیں۔ میں نے بہت سے مواقع پر حضرت جی کو اپنی اس اولاد کی حفاظت کے لئے اپنی ساکھ اور سیاسی عزت داؤ پر لگاتے

www.naqshbandiaowaisiah.com

دیکھا ہے۔ کئی مواقع ایسے آئے کہ وہ عصر حاضر کے رواج کے مطابق اپنے عقیدت مندوں کی چند لاشیں گرا کر پاکستانی سیاست میں کلیدی مقام حاصل کر سکتے تھے لیکن انہوں نے قدم پیچھے ہٹا لئے۔ مثلاً ''خیمہ بستی'' کو لے لیں۔ مجھ جیسے لوگ جو تین میں ہیں نہ تیرہ میں یہ خیال کرتے تھے کہ اب پیچھے ہٹنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اگر اس موقع پر وہ تصادم کا راستہ اختیار کرتے تو بلا شبہ لاکھوں لوگ اپنے مال واسباب اور اہل خانہ سمیت جان پر کھیل جاتے لیکن انہوں نے مصالحت کا راستہ اختیار کیا۔ لوگوں کی ملامت کی پرواہ نہیں کی۔ انہوں نے فرمایا ہم سب مسلمان ہیں، حکومت بھی، پولیس بھی، فوج بھی، عوام بھی اور ہم بھی اس لئے پیار محبت سے بات کی جائے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ حکومت نے مرکزی سطح پر مذاکرات بھی کئے، بات کو سنا، سمجھا، قبول کیا اور حتی المقدور عمل بھی کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت جی کو علوی ہونے کی بنا پر شجاعت سے، اویسی ہونے کی بنا پر حقیقی عشق رسول ﷺ سے اور صدیقی ہونے کی بنا پر مضبوط ہوش وحواس سے نوازا ہے، اُن پر حالت سُکر طاری نہیں ہوتی، وہ ہر چیز کو اُس کی گہرائی سمیت دیکھتے اور سمجھتے ہیں، جذبات سے مغلوب نہیں ہوتے، کسی مسئلہ کو انا کا مسئلہ نہیں بناتے۔ مسلمانوں کے تمام مسالک سے اُن کا رویہ یکساں مشفقانہ ہے بلکہ تمام بنی نوع انسان سے محبت کا ایک سمندر ہے جو اُن کے اندر ٹھاٹھیں مارتا ہے۔ اُن کا فرمان ہے کہ ''تمام غیر مسلم بھی حضور کریم ﷺ کی اُمت ہیں۔ یورپ اور پوری غیر مسلم دنیا میں بے لباس پھرنے والے مرد وزن بھی حضور ﷺ کی اُمت سے ہیں، تمام گمراہ لوگ بھی حضور ﷺ کی اُمت سے ہیں اور اُن تک اسلام کا آفاقی پیغام نہ پہنچانا بھی روز قیامت قابل گرفت ہو سکتا ہے اور اسی آفاقی اور لازوال محبت کا پرتو اُن کے مریدوں میں بھی نظر آتا ہے۔

مجھ کو دشمن کے ارادوں پہ بھی پیار آتا ہے
تیری چاہت نے محبت میری عادت کر دی

سچ فرمایا تھا حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ نے کہ کوئی صوفی اُس وقت تک صوفی نہیں ہو سکتا جب تک ساری مخلوق خدا سے اُس کا رویہ بارش جیسا نہ ہو جائے، کیونکہ بارش ہر جگہ برستی ہے، پہاڑ ہوں یا پستیاں، دریا ہوں یا جوہڑ، کشمیر کے دور دراز علاقوں میں جا کر ہمیں حیرت کا سامنا کرنا پڑا کہ اس وقت تو ہنگامی حالات ہیں لیکن نارمل حالات میں بھی محکمہ صحت یا حکومت کی طرف سے کوئی سہولت دستیاب نہیں۔ ہزاروں کی آبادی والے قصبہ جات میں کوئی سرکاری یا غیر سرکاری سہولت بھی دستیاب نہیں۔ کشمیر کے دور دراز علاقوں میں ذرائع آمد ورفت نہایت محدود ہیں، بعض لوگوں کی ذاتی گاڑیاں ہیں لیکن عام آدمی کے لئے سرکاری یا غیر سرکاری ٹرانسپورٹ کی سہولت موجود نہیں۔ سنجیدہ حالت میں مریض کو مردے کی طرح چارپائی پر ڈال کر بیسیوں میل پیدل چل کر شہری علاقوں میں لانا پڑتا ہے اور اکثر یہ سفر مریض کا سفر آخرت ثابت ہوتا ہے۔ عام آدمی کے لئے کوئی معقول ذریعہ روزگار نہیں مکئی کی فصل ہے یا پھر سیب کے درخت۔ مکئی کی مقدار اتنی محدود ہوتی ہے کہ بمشکل گزارہ ہوتا ہے اور ذرائع آمد ورفت کی عدم دستیابی کے سبب سیب کی بڑی مقدار ضائع ہو جاتی ہے کچھ خود کھا لی جاتی ہے اور کچھ مویشیوں کے کام آتی ہے۔ منڈیوں کی عدم دستیابی کے باعث جنگلات کی لکڑی کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔

راولاکوٹ میں سرکاری یا غیر سرکاری طور پر آنے والی پہلی ٹیم تھی جس نے دور دراز علاقوں کا دورہ کیا۔ تمام احباب کی کوشش تھی کہ مریضوں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی جا سکے لہٰذا ہم نے مریض کی ضرورت کے مطابق زیادہ سے زیادہ دوا دی۔ جس مریض کو تین ماہ دوا کھانے کی ضرورت تھی اُس کو تین ماہ کی دوا بیک وقت دے دی گئی۔ ہفتہ پندرہ دن سے کم دوا تو ہم نے کسی مریض کو نہیں دی، زخمیوں کو زخم درست ہونے تک استعمال ہونے والی تمام ادویات فراہم کر دی گئیں۔ لوگوں کے لئے یہ ایک خوشگوار حیرت کی بات تھی۔ لوگ جھولی بھر کر ادویات لے جاتے تو اُن کی آنکھوں میں ناقابل فراموش مسرت اور خوشی ہوتی۔ وہ ایک دوسرے کو ادویات دکھاتے اور اپنی زبان میں نجانے کیا کہتے لیکن آنکھیں سب کچھ بتا دیتی

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہیں' آنکھوں کی بین الاقوامی زبان علاقائی زبانوں کی محتاج نہیں۔ لوگوں کی حیرت کا سبب وہاں پر گئے ہوئے این جی اوز کے کیمپوں کی نمائشی کارکردگی بھی تھی جن میں ڈاکٹرز اور ادویات نہیں ہیں۔ وہاں پر موجود کارکنوں کے پاس مریضوں کو دینے کے لئے ''گیڑے'' کے سوا کچھ نہ تھا لہذا وہ سارا دن مریضوں کو یہی دیتے تھے۔ میں نے اس کیمپ کا دورہ بھی کیا' حال چال پوچھا' انہوں نے بتایا کہ ہمارے پاس ڈاکٹر نہیں ہے اگر آپ کے پاس کوئی فالتو ہو تو دے دیں لیکن ساتھ کارکردگی بھی بتائی کہ ہم روزانہ پانچ سو مریض بھگتا رہے ہیں' واللہ اعلم اُن کا طریقہ کار کیا ہوگا۔ یقیناً سرکاری ہسپتالوں والا ہوگا کہ وہ بھی بغیر ڈاکٹر اور ادویات کے روزانہ سینکڑوں مریض بھگتا دیتے ہیں اور ڈاکٹر صاحبان ان ادویات سمیت اپنے ذاتی کلینکس پر'' خدمت خلق'' میں مصروف ہوتے ہیں۔

ہمارے سامنے والی گراونڈ میں خیمے لگائے جاتے۔ کرسیاں لگتیں' مختلف این۔ جی۔ اوز آتیں' فلمیں بنتیں اس کے بعد سارا کچھ اکھاڑ کر لے جاتے' میدان صاف ہو جاتا۔ گویا

جو کچھ بھی ہو رہا ہے بس اخبار کے لئے

اس طرح کے حالات میں ادویات کی اس طرح تقسیم نے ہمارے کیمپ کو بہت شہرت بخشی لہذا مریضوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلا۔ جس میں اللہ کریم نے روزانہ سینکڑوں (600 تا 700) مریضوں کو دیکھنے اور لاکھوں روپے کی ادویات تقسیم کرنے کی توفیق دی۔ راولپنڈی سے ہمیں ہدایات تھیں کہ جس چیز کی ضرورت ہو فون کر دیں' اگلے دن صبح وہ چیز آپ کی میز پر ہوگی' رات کو آنے والے امدادی سامان کے ٹرک میں رکھ دی جائے گی اور بالکل ایسا ہی ہوتا رہا۔

جاری ہے۔

ضرورت رشتہ

لڑکی۔ تعلیم ایم۔اے (اسلامیات) قوم راجپوت کے لئے رشتہ درکار ہے۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھیوں کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: لیاقت علی جاوید (مریدکے) 042-7993536-7990213

اناللہ وانا الیہ راجعون

1- سلسلہ عالیہ کے بزرگ ساتھی مہر محمد یوسف صاحب (کوٹ مغرب) شاہپور ضلع سرگودھا وفات پا گئے ہیں۔

2- شاہکوٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اقبال صاحب کی بیوی وفات پا گئی ہے۔

3- فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی گوہر لطیف صاحب کے چچا نذیر احمد صاحب وفات پا گئے ہیں۔

4- امیر جماعت حیدر آباد مقصود احمد صاحب کے بڑے بھائی فاروق احمد صاحب وفات پا گئے ہیں۔

5- چیچہ وطنی سے سپیشل کلاس کے ساتھی ماسٹر طاہر محی الدین صاحب کے چچا محمد نواز ایڈووکیٹ وفات پا گئے ہیں۔

7- اٹک سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد مسکین صاحب ایک حادثہ میں وفات پا گئے ہیں۔

8- سلسلہ عالیہ کے ساتھی میجر (ر) میر امان صاحب (اویسیہ سوسائٹی لاہور) وفات پا گئے ہیں۔

9- لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ریاض الدین صاحب کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔

10- ساہیوال سے طاہر محی الدین صاحب کے چچا جان وفات پا گئے ہیں۔

11- گوجرانوالہ سے سپیشل کلاس کے ساتھی رانا مبشر ندیم صاحب کے والد وفات پا گئے ہیں۔

ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

اللہ کریم فرماتے ہیں تخلیقی طور پر میں نے
کسی انسان کو ایسا نہیں بنایا کہ اسے برائی اچھی لگتی ہو۔ ہر
انسان فطرۃً بھلائی کو نیکی کو اچھائی کو پسند کرتا ہے۔ اللہ نے انسان
کی تخلیق میں یہ بات رکھی ہے اس لئے کوئی شخص گناہ سے مطمئن نہیں ہو
سکتا۔ کفر سے برائی سے شرک سے گناہ سے لوگوں کو کیوں اطمینان نصیب نہیں
ہوتا اس لئے کہ فطرت اللّٰہ التی فطر الناس علیھا۔ فطرۃً ہی تخلیقی طور پر رب
کریم نے انسان کو اچھائی پسند بنایا ہے۔ وہ مطمئن ہوتا ہے عقیدے کی صحت سے عمل کی
صحت سے اچھا عقیدہ اچھا عمل انسان کو سکون بخشتا ہے۔ نیکی سے اسے اس لئے سکون ملتا
ہے کہ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ فطرت انسانی کو میں نے ایسا ہی بنایا ہے کہ وہ سیدھی بات کو
پسند کرتا ہے سیدھا عقیدہ بغیر آمیزش کے ہو عمل بغیر ہیرا پھیری کے ہو بالکل سیدھا اور
دین اسلام سب سے زیادہ سیدھا راستہ ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اللہ کی تخلیق کو تو تم
بدل نہیں سکتے۔ انسان کی فطری تخلیق یہ ہے کہ یہ اچھائی پر ہو نیک عقیدے پر ہو
نیک عمل کرے نیک راستے پر چلے اور نیک انجام کو پہنچے۔ یہ ہے اس کی
فطرت۔ جب اس کے خیالات خراب ہوں گے تو خلاف فطرت
بات ہوگی۔ اب اعمال خراب ہوں گے یہ اس کی فطرت
کے خلاف ہے۔

کنز الطالبین

تعاون

تاجران کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

شیخ ناصر شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحجان مارکیٹ

منٹگمری بازار، فیصل آباد، فون 041-2617075-2611857

www.naqshbandiaowaisiah.com

گوشۂ خواتین (پردہ)

تحریر
اُمِ فاران

یہ ایک ایسا موضوع ہے جو ہمیشہ ہی خواتین میں زیر بحث رہا ہے لیکن ہر بار بات سوالات اور اعتراضات کے گرد ہی گھومتی رہی۔ ایک سوال کا جواب ابھی مکمل نہ ہو پاتا کہ کوئی دوسرا اعتراض اٹھ کھڑا ہوتا اور محفل نئے سے نیا رنگ اختیار کرتی کچھ سے کچھ ہو جاتی۔

آج میں نے یہ کوشش کی ہے کہ کوئی ایسا مضمون لکھا جائے جو ان سب سوالات و اعتراضات کا جائزہ لیتے ہوئے ہر پہلو سے مستند اور مدلل انداز میں اپنے اندر تمام جزیات کا احاطہ کیے ہوئے ہو۔

میری یہ کوشش رہے گی کہ بات مختصر مگر جامع ہو۔ اس کاوش کے لئے میں اللہ سے مدد اور توفیق کی خواستگار ہوں۔

سب سے پہلے یہ سوال اٹھتا ہے پردہ سے مراد کیا ہے؟

لغوی مفہوم

پردہ کا لغوی مفہوم گھونگھٹ' اوٹ' چھپانا اور بھید وغیرہ لفظ پردہ عربی زبان میں حجاب کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

العجب والحجاب کسی چیز تک پہنچنے سے روکنا اور درمیان میں حائل ہونا پردہ کہلاتا ہے۔ (المفردات القرآن)

اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں پردہ سے مراد ستر سے متعلق وہ احکام ہیں جو دین اسلام نے رائج فرمائے ہیں۔

پردہ کی ابتداء

پردہ کی ابتداء اسلام کے آنے سے نہیں۔ بلکہ اس سے قبل پردے کا تھوڑا بہت تصور موجود تھا۔ ایک مغربی مفکر محمد مارماڈیوک پکھتال اس کی تائید میں لکھتا ہے۔

''اعضائے مستورہ کا پردہ تمام انبیاء کی شریعتوں میں فرض رہا ہے بلکہ شرائع کے وجود سے پہلے بھی جب جنت میں شجر ممنوعہ کھا لینے کے سبب حضرت آدم و حوا علیہم السلام کا جنتی لباس اترا اور ستر کھل گیا تو انہوں نے پتوں سے جسم کو چھپایا اور ستر کو کھلا رکھنا جائز نہ سمجھا۔''

دور قدیم میں پردہ

شائد اسی فطری حیا کے سبب دور جاہلیت میں بھی بہت سے ممالک اور اقوام میں پردہ کرنے کا رواج تھا جیسا کہ روم اور یونان میں۔

عبدالوہاب ظہوری یونان کے پردہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''پردہ کا رواج زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے قدیم یونان کی عورتیں بہت حسین و جمیل تھیں۔ ان کی عادت تھی کہ گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے چہروں کو اپنے دامن یا کسی اوڑھنی سے ڈھانپ لیا کرتی تھیں۔''

''روم کے انتہائی شان و شوکت اور قوت کے دور میں پردے کی سخت پابندی رہی۔''

''عرب میں کئی خاندان کی عورتیں اور امراء کی بیویاں پردہ کرتی تھیں۔ یمن میں مشہور قبیلہ حمیر میں عورتیں ہی نہیں مرد بھی پردہ کرتے تھے۔''

دیگر شریعتوں میں پردہ

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کی شریعتوں میں پردے کے احکام موجود تھے۔ عورتیں پردہ کرتی تھیں۔ یہود کی مقدس کتاب تورات اور اس کے ملحقات میں عہد نامہ'' کے نام سے اور انجیل اور اس کے ملحقات میں پردہ کے احکام شامل ہیں۔''

عیسائی مذہب میں عورتوں کے متعلق اس طرح کے احکام پائے جاتے ہیں۔

''چاہئے کہ عورت چپ چاپ کمال فرمانبرداری سیکھے اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت شوہر پر فرمانروا بن بیٹھے۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ رہے کیونکہ پہلے آدم کو بنایا گیا پھر حوا کو اور آدم فریب میں نہیں آئے۔ عورت

فریب کھا کر گناہ میں پھنسی۔"

شریعت اسلامی میں پردہ

دیگر مذاہب میں حاملین شریعت بعد میں افراط وتفریط کا شکار ہوئے اور عورت کو یا تو باندی بنا دیا اور یا عیش و مستی کا سامان۔ لیکن اسلام نے توازن واصلاح کا صحیح عقلی و عملی راستہ پیش کیا۔ جس سے عورت کو معاشرہ میں اس کا جائزہ مقام اور مرتبہ حاصل ہوا۔

اسلام نے عورت کے لئے ماں، بہن، بیوی اور بیٹی ہر لحاظ سے اس کے جائز حقوق مقرر کیئے اور دلائے اور اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے تاریخ میں پہلی مرتبہ عورت کو مرد کے برابر قرار دیا اور مساوی حقوق دلائے۔ قرآن کریم میں ہے۔

"اور ان کے لئے ویسا ہی ہے (حق) جیسا کہ تمہارا ان پر ہے اچھے طریقے سے۔"

شریعت اسلامی نے ایک طرف تو وجود زن کو افراط وتفریط کے سلوک سے پاک کیا۔ دوسری طرف معاشرتی زندگی میں توازن وتناسب برقرار رکھنے کے لئے انہیں چند احکام وفرائض سے مقید کر دیا تاکہ وہ اپنی حدود میں رہ کر اپنی وضعداری اور وقار کا تحفظ کر سکیں۔

انہیں احکام میں سے ایک پردہ ہے جس کا باقاعدہ حکم اختلاف روایات کے ساتھ ۳ یا ۵ ھ ہے لیکن زیادہ تر آئمہ ۵ ھ ہی کو درست جانتے ہیں۔

قرآن مجید میں احکام پردہ کے متعلق ۷ آیات نازل ہوئیں جو کہ سورہ نور اور الاحزاب میں ہیں۔ جب کہ ۷۰ احادیث ایسی ہیں جن سے وجوب پردہ ثابت ہوتا ہے تو آیئے سب سے پہلے آیات قرآنی کا جائزہ لیتے ہیں۔

احکامات پردہ کی شان نزول

۱۔ ابن جریر نے لکھا ہے۔

"ایک عورت جو انصاریہ تھیں رسول پاک ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! بسا اوقات میں اپنے گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں میں نہیں چاہتی کہ اس وقت کوئی شخص مجھے اس حالت میں دیکھے اور لوگ ہیں کہ ایسی حالت میں ہمارے مردوں کے پاس گھس آتے ہیں۔ آپ ﷺ ارشاد فرمائیں اس وقت مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

۲۔ حضرت عمرؓ نے بھی ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ آپ ﷺ کے پاس بھلے برے لوگ سب ہی قسم کے آتے ہیں کاش آپ ﷺ اپنی ازواج کو پردے کا حکم دیں۔

۳۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق پردہ کی مختلف آیات کا شان نزول مختلف اوقات میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

"ایک دفعہ حضرت سودہؓ گھر سے باہر جا رہی تھیں (رفع حاجت کی غرض سے) چونکہ باقی عورتوں سے آپ کا قد نکلا ہوا تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے آپؓ کو پہچان لیا۔ حضرت سودہؓ چونکہ خود کو چھپا نہ سکیں اس لئے حضور ﷺ سے سارا ماجرا بیان کیا اور اس وقت آیات پردہ نازل ہوئیں۔

وحی کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے تمہیں گھر کے کام کاج کے لئے، دیگر گھریلو ضرورتوں اور اولاد کی پرورش کے لئے متعین کیا ہے۔"

بالکل اسی قسم کے ماحول میں سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۹ کا نزول ہوا۔

احکام پردہ کی اقسام

اسلام نے مومن عورتوں کو پردہ کے جو احکام دیئے ہیں وہ دو طرح کے ہیں۔

۱۔ گھر کے اندر پردہ کرنے کے احکام۔

۲۔ گھر سے باہر پردہ کرنے کے احکام۔

پہلا حکم

بوقت ضرورت غیر محرم سے طریقہ کلام

"اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان میں بات نہ کرو۔ کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے بلکہ صاف اور سیدھی بات کرو۔"

مخاطبین احکام پردہ

۱۔ مفتی محمد شفیعؒ "معارف القرآن" میں لکھتے ہیں۔

"سابقہ آیات میں ازواج مطہرات کو ایسے مطالبات کرنے سے روک

www.naqshbandiaowaisiah.com

دیا گیا جن کا پورا کرنا حضورؐ کے لئے دشوار ہو۔ جب انہوں نے اس کو اختیار کیا تو ان کا درجہ عام عورتوں سے بڑھا دیا گیا۔ اب ان کو اصلاح عمل اور رسول ﷺ کی صحبت و زوجیت کے مناسب بنانے کے لئے چند ہدایات دی گئی ہیں۔

یہ اگر چہ ازواج مطہرات کے لئے مخصوص نہیں تمام مسلمان عورتیں اس کی مامور ہیں۔ امہات کو خصوصی خطاب کر کے متوجہ کیا گیا کہ یہ اعمال واحکام جو سب مسلمان عورتوں پر واجب ہیں آپ کو اس کا اہتمام زیادہ کرنا چاہئے۔''

۲۔صاحب ''تفہیم القرآن'' فرماتے ہیں۔

''یہاں وہ آیات بیان ہوئی ہیں جن سے اسلام میں پردے کے احکام کا آغاز ہوا۔ امہات کو مخاطب کرنے کی غرض صرف یہ ہے کہ جب نبی کے گھر سے اس پاکیزہ طرز زندگی کی ابتدا ہوگی تو باقی سارے مسلمان گھرانوں کی خواتین خود اس کی تقلید کریں گی کیونکہ یہی گھر ان کے لئے نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

چنانچہ جب احکام پردہ کے بعد حضور ﷺ نے گھر کے دروازوں پر پردے لٹکوا دیئے تو دوسرے مسلمانوں نے بھی اس عمل کی تقلید کی۔

''تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔''

''ازواج النبیؐ دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔(اسرار التنزیل)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں۔

''یعنی تمہاری حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں۔ آخر اللہ نے تم کو سید المرسلین کی زوجیت کے لئے منتخب فرمایا اور امہات المومنین بنایا''

تفسیر قرطبی میں ہے۔

''حضور کی ازواج ہونے کی وجہ سے تمہارا مرتبہ سب سے بلند ہے اور بقیہ عورتوں کے لئے تمہاری حیثیت ایک نمونہ کی ہے۔''

''اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو۔''

تفسیر قرطبی و مظہری میں ہے۔

''مقصود اس بات پر تنبیہہ ہے کہ صرف اس نسبت و تعلق پہ بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں بلکہ تقویٰ واحکام الٰہیہ پہ فضیلت شرط ہے۔''

صاحب ''تدبر القرآن'' لکھتے ہیں۔

''یعنی یہ مرتبہ عالی جوان کو عطا ہے تقویٰ کے ساتھ مشروط ہے تقویٰ پہ قائم رہیں تو سرفراز نصیب ہوگی اور اگر یہ شرط پوری نہ کی تو ان کی مسولیت بھی دگنی ہوگی۔''

آواز کا پردہ

''اسرار التنزیل میں امیر محمد اکرم اعوان رقمطراز ہیں۔

''عورت کی آواز کا پردہ تو نہیں مگر ایسی صورت میں کہ کسی کو اس کی طرف گناہ کی رغبت ہو جائز نہیں حتیٰ کہ عورت کو اگر نماز میں پتہ چلے کہ امام بھول رہا ہے تو بول کر لقمہ نہ دے بلکہ ہاتھ کی پشت پہ ہاتھ مار کر مطلع کرے، چہ جائیکہ ایک طبقہ طبلہ اور سارنگی پہ چلا گیا تو دوسری ٹی وی پہ نعتیں سنانے لگیں۔''

صاحب تدبر القرآن فرماتے ہیں۔

''خضوع کے معنی تواضع وخاکساری کے اظہار کے ہیں **فلا تخضعن بالقول** کے معنی ہوں گے بات کرنے میں نرمی وتواضع اختیار نہ کرو۔

فی قلبہ مرض سے وہ کینہ وحسد مراد ہے جو منافقین حضور ﷺ کے خلاف اپنے دلوں میں رکھتے تھے جس کے سبب دن رات آپ کی ازواج کو بدنام کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے تھے اسی گروہ کے سرغنہ نے واقعہ افک گھڑا تھا۔''

تفسیر مظہری میں ہے

''کسی غیر محرم سے پس پردہ بات کرنے کی ضرورت بھی پیش آئے تو کلام میں نزاکت ولطافت سے پرہیز کیا جائے۔ جو فطرتاً عورتوں کی آواز میں ہوتا ہے۔ اس سے مراد وہ نرمی ہے جو مخاطب کے دل میں میلان پیدا کرے۔ مرض سے مراد نفاق یا اس کا کوئی شعبہ ہے اصلی منافق سے تو ایسا طمع سرزد ہونا ظاہر ہی ہے لیکن جو آدمی مومن مخلص ہونے کے باوجود کسی کے حرم کی طرف مائل ہوتا ہے وہ منافق نہ سہی مگر ضعیف الایمان ضرور ہے۔''

(جاری ہے۔)

www.naqshbandiaowaisiah.com

(طب وصحت) پتی اچھلنا

علامات

☆ الرجی کی ایک قسم ہے۔

☆ گول گول سُرخی مائل دھبے یا سفید پورے جسم پر ظاہر ہونا۔

☆ ان میں شدت کی خارش اور جلن

☆ پھر جلدی غائب ہو جانا پھر ظاہر ہو جانا۔

☆ اسی طرح چند روز مریض کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔

☆ لیکن جب مرض پرانا ہو جائے تو مہینوں اور برسوں تکلیف بنی رہتی ہے۔

☆ اکثر بخار بھی ساتھ رہ جاتا ہے۔

☆ جلد کی اندرونی تہوں میں ورم آجانے سے سرخ رنگ کے ابھار آجاتے ہیں۔

☆ یہ ابھار خون کی نالیوں سے نکلنے والا سیال پیدا کرتا ہے۔

☆ جسے پتی اچھلنا۔ چھپا کی یا پنجابی میں دھپڑ پڑنا کہتے ہیں۔

☆ اندرونی اعضاء خاص کر سانس کی نالیوں کے اندر نکل آئیں تو جان کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

☆ گھبراہٹ۔ سانس لینے میں مشکل اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔

☆ بعض کو سالوں سال کوئی دوا اثر نہیں کرتی۔

☆ جسم کی کھال پر پنسل کی رگڑ یا لکیر بنانے سے تمام جگہ پھول کر ابھر جانا۔

اسباب

ادویات کا ری ایکشن

خوراک کا ری ایکشن

زہر۔ سپرے

کھانوں میں مصنوعی ذائقے اور رنگ

جلد پر لگانے والے مختلف کیمیکل

کتا۔ اس کے بال۔ اس کا تھوک

کھادوں کے استعمال کے دوران اثرات

بعض امراض رحم۔

سخت سردی اور سخت گرمی۔

ذہنی اور جسمانی دباؤ۔

شدید ڈر اچانک۔

شدید غصہ۔

جسم کے باقی نظاموں میں گڑبڑ۔

خاص کر جگر کا متاثر ہونا۔

آنتوں میں کیڑے۔

سانس کی نالیوں میں پرانی سوزش۔

ناک میں Sinuses کی سوزش۔

تھائی رائڈ کا زہر

بچوں میں گلے کی سوزش

ATS کا انجکشن بعض افراد کو (ATS Reaction)

پنسلین انجکشن کا ری ایکشن۔

زہریلے جانوروں کے ڈنگ بھڑ اور شہد کی مکھی وغیرہ۔

کئی ایک کی وجہ معلوم نہیں ہوئی۔

مانع حمل ادویات۔

Sex کی ادویات مردوں میں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

بدہضمی۔

غذا میں بد پرہیزی۔

تیز مصالحہ جات۔

زہریلی یا باسی مچھلی اور گوشت۔

ترش پھل۔

بچوں میں دانت نکلنا۔

اچانک موسم تبدیل ہونا'

مزید اسباب الرجی کے عنوان میں۔

علاج (Urticaria) طب نبوی

شہد پانی میں ملا کر دو چمچ دن میں دو بار

کلونجی آدھ گرام پسی ہوئی۔ ہر دوسرے دن

ڈاکٹری علاج

Tab. Pheneramine 4mg

Tab. Avil 25 mg

Syp. Jetipar.

شدید حالت میں

Inj. Adrenaline 1/2 CC.

Inj. Avil 1m.

Inj. Colu-Cort OR Decadron 1m.

Inj. Dextrose 10% 1000cc. IV.

ہومیو علاج

چلی ڈونیم-30 الرجی کی ہر قسم کی علامات کیلئے اکسیر ہے۔

دن میں تین سے چار بار۔

شدت میں ہر پندرہ منٹ سے تیس منٹ بعد

پرہیز۔ اسباب ہی پرہیز ہیں۔

تھوڑی سی توجہ سے اور مناسب علاج سے انسان تندرست ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

انسان کو ایک کیفیت' ایک استطاعت عطا ہوئی ہے اور وہ ہے معرفت باری کو حاصل کرنے کی سکت اور شعور۔ اب ایک طرف دنیا اس کی لذات' نفس اور اس کی خواہشات' ابلیس اور اس کے مشورے۔ دوسری طرف جمال باری اور قرب الٰہی ہے۔ ان دو راستوں میں فیصلہ انسان خود کرتا ہے' اللہ کریم اس پر مسلط نہیں فرماتے کہ اسے کس جانب بڑھنا ہے۔ اگر اللہ کی راہ اختیار کرتا ہے تو دنیا کی لذات اور نعمتوں سے محروم نہیں ہوتا وہاں حاصل اور استعمال ایسے طریقے سے کرتا ہے جس کی اجازت اللہ دیں اور اگر دوسری راہ اپناتا ہے تو دین سے محروم ہو کر دنیا میں کھو جاتا ہے حتیٰ کہ نگاہ ٹیڑھی اور دل الٹ جاتا ہے یعنی ظاہری اور باطنی ادراکات سے محروم ہو جاتا ہے۔

کنز الطالبین

تعاون

ٹیکسٹائل ملز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
احمد دین

مینو فیکچررز
آف پی سی یارن

پُل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون
041-2667571
041-2667572

www.naqshbandiaowaisiah.com

سلسلہ وار........................

قِسط نمبر 3

قلزم فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ

کی مبارک زندگی کے احوال

تاریخ تصوف میں اپنی نوعیت کی واحد اور منفرد سوانح

"حیاتِ طیبہ"

سے اقتباس......

اوائل زندگی

حضرت جیؒ دس برس کے ہوئے تو والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپؒ کے دو بھائی تھے جن میں سے ایک کا تو جوانی میں ہی انتقال ہو گیا۔ بہادر نامی دوسرا بھائی چکڑالہ کے ماحول کی تصویر تھا جو علاقہ کی بااثر شخصیات کی پشت پناہی سے آپؒ کے لئے ہمیشہ ایذا رسانی کا موجب بنا رہا۔ سامنے آنے کی جرات تو کبھی نہ کر پایا لیکن اس کی در پردہ سازشوں سے عمر بھر آپ اس سے نالاں رہے۔ اکثر فرمایا کرتے 'شکر ادا کرو اگر میں بھی اپنے بھائی کی طرح جاہل ہوتا تو یہاں کمزور لوگوں کا رہنا محال ہوتا۔

حضرت جیؒ کا اپنے بھائی سے اختلاف زمین جائیداد یا کسی دنیوی مفاد کی وجہ سے نہیں بلکہ فکر و عمل کے تضاد کے باعث تھا۔ حضرت جیؒ نے اصلاح کی کوشش کی سرکشی پر اتر آیا اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ لڑائی تک نوبت آ پہنچی۔ یہ شخص بدطینت عناصر کے ہمراہ ہمیشہ آپ کی مخالفت پر تلا رہا خواہ یہ الیکشن کا میدان ہوتا یا مقامی تنازعات۔ چکڑالہ میں حضرت جیؒ کی ذات ہر مظلوم کا سہارا تھی۔ آپؒ جب بھی کسی مظلوم کی دادرسی کے لئے ظالم کے مدمقابل کھڑے ہوتے تو اکثر اپنے بھائی سے ہی واسطہ پڑتا۔ چکڑالہ میں حضرت جیؒ کی مخالفت میں ایک مقامی سیاستدان ایوب کنڈی ہمیشہ سرگرم رہا۔ اس شخص کا تعلق پیپلز پارٹی سے تھا اور حضرت جیؒ کی تائید حاصل نہ ہونے کی صورت میں اسے سیاسی طور پر خاصا نقصان اٹھانا پڑتا جو اصل وجہ عناد تھی۔

اہل خاندان کے علاوہ چکڑالہ کے مقامی لوگوں کو بھی حضرت جیؒ سے فیضیاب ہونے کی سعادت نصیب نہ ہوئی۔ چکڑالہ والوں کی محرومی کا ذکر چھڑ جاتا تو حضرت جیؒ مویشیوں کے تھنوں سے خون سوچنے والے چیچڑوں کی مثال دیا کرتے۔ کسی نے چیچڑوں سے کہا کہ ہم مویشیوں کے تھنوں سے دودھ حاصل کرتے ہیں تو ان کا جواب تھا کہ ہم تو یہیں پیدا ہوئے لیکن خون پیتے ہیں، دودھ کہاں؟ اس تمثیل کی روشنی میں آپؒ فرمایا کرتے کہ چکڑالہ والے مجھے ایذا پہنچاتے ہیں ان کی قسمت میں دودھ کہاں! وہ میرا خون پیتے ہیں جبکہ دودھ باہر والے آ کر حاصل کر

www.naqshbandiaowaisiah.com

رہے ہیں اور فیضیاب ہو رہے ہیں۔

جوانی کے ابتدائی ایام میں حضرت جیؒ کی شادی ہوگئی۔ بارانی علاقہ ہونے کی وجہ سے معاشی حالات اچھے نہ تھے جو پہلی عالمی جنگ کے بعد مزید خراب ہوگئے اور ملازمت کی ضرورت پیش آئی۔ آپؒ کے ماموں پشاور پولیس میں تعینات تھے' وہ چکڑالہ آئے تو آپؒ کو ساتھ لے گئے اور پولیس میں بھرتی کرا دیا۔ اس زمانے میں پولیس کی ملازمت کو بڑا اعزاز تصور کیا جاتا تھا۔ یہ ملازمت انگریز کی حاکمیت میں مقامی لوگوں کی ایک طرح سے شرکت تھی لیکن مزاج باصفا کو پسند نہ آئی۔ ایک سال بعد ملازمت چھوڑ دی اور گھر چلے آئے۔ بعد میں وارنٹ جاری ہوئے تو خود پشاور پہنچ گئے۔ افسران بالا نے نوکری پر بحال کرنا چاہا تو آپؒ نے انکار کر دیا۔ جس کی پاداش میں قید کاٹنا منظور کیا لیکن پولیس کی ملازمت کے لئے طبعاً آمادہ نہ ہو سکے۔

ماموں دوبارہ پشاور لے گئے اور اس مرتبہ جیل کے عملہ میں بھرتی کرا دیا۔ ملازمت کی ابتدا کوہاٹ جیل میں بطور گارڈ ہوئی۔ یہاں آپؒ نے ذاتی شوق اور محنت سے لکھنا پڑھنا سیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے بلا کی ذہانت اور قوت حافظہ سے نوازا تھا' نہایت مختصر وقت میں پرائمری کا مروجہ نصاب مکمل کر لیا۔ اس زمانے میں جیل کا اکثر عملہ ان پڑھ ہوتا تھا چنانچہ آپؒ کی قابلیت اور تعلیم کی بناء پر جیل منشی کی ڈیوٹی سونپ دی گئی۔

بطور جیل منشی مطالعہ کے لئے وافر وقت ملا تو حضرت جیؒ نے دینی تعلیم کا آغاز کیا کچھ عرصہ بعد مزید ترقی ہونے والی تھی کہ داروغہ جیل سے ان بن ہوگئی۔ یہ شخص ہندو تھا اور قیدیوں کا راشن خرد برد کرنے کا عادی۔ بطور جیل منشی حضرت جیؒ کی ذمہ داری میں قیدیوں کے راشن کا حساب لکھنا بھی شامل تھا۔ روزانہ خرچ کے مطابق آپؒ ہر چیز کی درست مقدار تحریر فرماتے جس کی وجہ سے داروغہ جیل کے لئے راشن کی ہیرا پھیری ممکن نہ رہی۔ اس نے ساتھ ملانے کے لئے مختلف حربے استعمال کئے لیکن جب کامیابی نہ ہوئی تو سخت گیری پر اتر آیا۔ ایک روز ناحق رعب جمانا چاہا لیکن مزاج موسوی ہندو داروغہ کی سینہ زوری برداشت نہ کر سکا۔ اس وقت آپؒ کے ہاتھ میں جیل کی چابیوں کا بھاری گچھا تھا وہی داروغہ کے سر پر دے مارا۔ یہ صورت تو کچھ ایسی ہی تھی۔

''تو موسیٰ (علیہ السلام) نے اس کو مکا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا'' القصص۔ ۱۵

البتہ حضرت جیؒ کے معاملے میں نتیجہ قدرے مختلف نکلا۔ چابیوں کی ضرب کاری کے باوجود داروغہ جیل سخت جان ثابت ہوا' چکرا کر گرا لیکن بچ گیا۔ حضرت جیؒ پر مقدمہ قائم ہوا۔ جرم تو سنگین تھا لیکن آپؒ کی سابقہ کارکردگی اور اچھے کردار کے باعث جیل سپرنٹنڈنٹ نے نرم رویہ اختیار کیا۔ بغیر مقدمہ چلائے آپؒ کو ملازمت سے فارغ کر دیا گیا۔ بعد میں جیل حکام کو احساس ہوا کہ ایک سنگین جرم پر اس قدر کم سزا کے ساتھ چھوڑنا غلطی تھی۔ قرار واقعی سزا دینے کے لئے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے اور پولیس نے چکڑالہ کا رخ کیا لیکن حضرت جیؒ اس وقت تک دشت علم کی سیاحی میں ان لوگوں کی دسترس سے بہت دور نکل چکے تھے۔۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

سلسلہ وار.................

فرض کی بجا آوری اور مشن کی تکمیل میں جہاں نوردی کے دوران امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ کی نگاہِ بصیرت نے کیا دیکھا؟ اچھوتے قلم نے کیسے بیان کیا؟......

پیش خدمت ہے' سفرنامہ

قسط نمبر 8

"غبارِ راہ"

کل تو کچھ لکھنا نہ تھا کہ صبح درس تو ہوانہ تھا' لوگوں نے ناشتہ کر کے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہونا تھا اور ہمیں بھی جدہ پہنچنا تھا چنانچہ فجر کے بعد طواف وداع کیا۔ اشراق حرم میں ادا کر کے نکلے اور ناشتہ جدہ آ کر کیا۔ تھوڑی دیر آرام بھی کر لیا' غسل وغیرہ کیا اور پھر ایئر پورٹ چلے آئے۔ چنانچہ ۴۵۔اا پر پرواز کر کے ایک بجے بعد دوپہر ہم مدینہ منورہ کے ہوائی اڈے پر تھے۔ یہاں کے احباب منتظر تھے۔ گاڑی میں بیٹھے اور قیصر بخد پہنچے۔ جس کی آخری منزل کے سب کمرے احباب کے لئے بک تھے ظہر ادا کی جو لوگ علی الصبح سڑک کے راستے نکلے تھے۔ وہ ہم سے گھنٹہ بھر پہلے پہنچ چکے تھے تھوڑی دیر آرام کر کے عصر حرم نبوی میں ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور روضہ اطہر پر سلام کے لئے حاضر ہوئے' پھر مغرب ادا کر کے وہاں سے اُٹھے اور ذکر قیام گاہ پر کیا۔

آج علی الصبح یہاں کا پہلا درس ہوا۔ پندرہویں پارے کی پہلی آیہ کریمہ تلاوت کرنے کا شرف نصیب ہوا جس کے ایک خاص پہلو پہ کچھ عرض کیا کہ واقعہ معراج شریف اس قدر معروف ہے اتنا بیان ہوتا ہے۔ اس موضوع پر اتنا لکھا جا چکا ہے کہ لوگ پڑھ یا سُن کر ضرور جانتے ہیں۔ میرے پیش نظر اس کا یہ پہلو ہے کہ جب یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا تو صورتحال یہ تھی کہ سارا کفر اور سارے مشرک آتش زیر پا تھے۔ صدیوں کے مذاہب' اُن کے باپ دادا کی رسومات' اُن کے تراشے ہوئے بُت' اُن کی تہذیب' اُن کی سیاست' ان کا عدالتی نظام' غرض کچھ بھی تو نہیں بچا تھا اور آپ ﷺ نے لا الہ کی تلوار سے سب کے پرخچے اُڑا دیئے تھے اور سب کے لئے صرف ایک دروازہ کھلا چھوڑا تھا۔ الا اللہ کا۔ سارا معاشرہ جس میں ابھی صرف چند لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے خلاف غم وغصہ سے بھرا ہوا تھا۔ ایذا رسانی کی ہر صورت اختیار کی جا رہی تھی۔ مارنے سے نہ چوکتے' طعنے دینے سے باز نہ آتے۔ ہر طرح کی مصیبت کھڑی کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے کہ اللہ کریم نے اپنے حبیب ﷺ کو معراج سے نوازا۔ یہ ایسی عجیب بات تھی کہ رب جلیل نے اپنی پاکی سے بات شروع کی کہ اللہ جو چاہے کر سکتا

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے وہ کسی کا محتاج نہیں نہ اسے کسی سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور نہ مدد۔ اس کے باوجود آج بھی لوگ موجود ہیں جن کو خیال ہے کہ معراج شریف خواب کا واقعہ ہے۔

آج جبکہ چاند تک تو انسانی ایجاد کردہ راکٹ پہنچ چکا ہے لوگوں کو معراج نبوی پہ جو قدرت الٰہی کا مظہر ہے یقین کرنا مشکل لگ رہا ہے' تو اُس زمانے میں جب پہیہ ہی نہ تھا نہ موٹر' نہ جہاز' یہ کہنا کہ میں جسمانی طور پر بہت دُور بیت المقدس گیا وہاں انبیاء کو نماز پڑھائی پھر پہلے آسمان پر' پھر دوسرے حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک گیا پھر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا' اُس سے آگے تشریف لے گیا' جنت کو ملاحظہ فرمایا' دوزخ کو دیکھا۔ برزخ سے گزرا۔ لوگوں کو ان حالات سے دوچار دیکھا۔

یہ سب اتنا عجیب تھا۔ اُس دور میں اسے بیان کرنا اور ان حالات میں جو آپ ﷺ کو درپیش تھے' یہ صرف آپ ﷺ ہی کا حوصلہ تھا اسے دیکھنے کا شرف اگر آپ کو نصیب ہوا تو بیان کے لئے آپ ﷺ ہی کی ضرورت تھی۔ کوئی بھی دوسرا اتنی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ اُن دنوں بیت اللہ شریف کے گرداگرد چٹانوں پہ سارا دن لوگ بیٹھا کرتے تھے حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو سب سے پہلے جس نے یہ واقعہ سُنا ابوجہل تھا وہ اس قدر بوکھلا اٹھا کہ باوجود اس کے کہ جانتا تھا آپ ﷺ کبھی جھوٹ نہیں بولتے' کہنے لگا اگر میں کچھ لوگوں کو بلالوں تو سب کے سامنے یہ بات دہرادیں گے؟

وہ اسے اس قدر نا قابل یقین سمجھتا تھا کہ اسے ڈر پیدا ہو گیا شاید یہ لوگوں سے کہوں ایسا کہتے ہیں تو کہیں یہ انکار نہ کریں مگر آپ نے سب کے سامنے دہرا دیا تو کہنے لگا' ہم اونٹ کو خوب پالتے ہیں پھر اسے بھگا بھگا کر اس کا جگر کباب کر دیتے ہیں تو بھی آنے جانے میں مہینوں صرف ہوتے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ راتوں رات ہو کر آگئے۔ وہ آگے کی بات نہیں کرتا تھا' صرف بیت المقدس تک آنا جانا ہی حیران کن تھا۔

دوڑتا ہوا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس پہنچا اور کہا

''سُنا کچھ آپ کے صاحب یہ کہتے ہیں۔''

انہوں نے فرمایا'' ہم تو اس سے بھی بہت بڑی بات پر ایمان لا چکے ہیں کہ آپ پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے' اب اگر انہوں نے یہ فرمایا تو سچ فرمایا۔''

حضور اکرم ﷺ نے یہ سُن کر فرمایا'' ابوبکر صدیق ہے!''

تب سے انہیں یہ لقب نصیب ہوا۔ یہ نبی برحق ﷺ کے اعتقاد علی اللہ کا کرشمہ تھا کہ کوئی کیا کہے گا کیا سوچے گا؟ اس کی پرواہ نہ کی۔ اللہ کا حکم کیا ہے صرف یہی پیش نظر رہا۔

آج کے مادی ترقی کے دور میں بجلی کے استعمال نے دنیا سمیٹ دی اور زمین کی تو بات ہی کیا' کیمرے چاند کی سطح کے فوٹو لمحوں میں زمین پر

www.naqshbandiaowaisiah.com

پہنچا دیتے ہیں یہ صرف بجلی کی لطافت کے کرشمے ہیں' تو روح' جو عالم امر سے متعلق ہے اور فرشتے سے بھی لطیف تر ہے اس کے لئے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ اللہ قادر ہے کہ روح کا تعلق جسم سے بھی اور علیین یا سجین سے بھی قائم فرما دیتا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ہاں! اس جسم اطہر کی لطافتیں! دیکھو جو انسانی جسم ہونے کے باوجود ان بلندیوں پر جلوہ فگن ہوا جہاں کا تصور بھی ہر روح نہیں کر سکتی۔

حضور اکرم ﷺ جسد اطہر کے ساتھ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس پھر آسمان پر اور آگے جہاں تک رب نے چاہا تشریف لے گئے۔

بہر حال میرا مدعا اس واقعہ کی عظمت بیان کرنا نہیں۔ یہ ایک الگ موضوع ہے میرے پیش نظر یہ بات ہے کہ اس پس منظر اور ان حالات میں یہ واقعہ بیان کرنا مشکل کام تھا' مگر آپ ﷺ نے کیا۔ مشرکین و کفار نے طوفان کھڑا کر دیا۔ پھر سوال کئے گئے کہ مسجد کے دروازے کھڑکیاں بتایئے! کتنے ہیں؟ کیسی ہے؟ وغیرہ بھلا آپ نے کتنے عمرے اور حج کئے' کبھی مسجد حرم کی کھڑکیاں شمار کی ہیں۔ آپ ﷺ نے تو رات وہاں دو رکعت کی امامت فرمائی جس کی سعادت اللہ نے تمام انبیاء کو نصیب فرمائی تھی۔

یہاں بھی یاد رہے انبیاء تبع ہوئے تھے۔ ارواح انبیاء کا ذکر نہیں' آپ نے برزخ کا مشاہدہ فرمایا دوزخ کو دیکھا' جنت کو ملاحظہ فرمایا۔ ہر جا کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ اب اللہ کی قدرت دیکھئے! مشرکین نے جس قدر شور کیا بات اتنے زور سے پھیلی اور کتنے ایسے خوش نصیبوں تک پہنچی' جن کی قسمت میں ہدایت پانا لکھا تھا' اب دیکھیں قرآن حکیم میں ذکر کرنے کا حکم موجود' تعامل اُمت میں موجود' بلکہ اُمت کے بہترین حضرات' سب ذاکر اور منور القلوب تھے' پھر اس پر معذرت خواہانہ رویہ رکھنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ ضرورت یہ ہے کہ اللہ کے ذکر کو' اس کی تلقین کو طریقے کو دوسروں تک پہنچایا جائے' اگر کوئی مخالفت کرے گا تو اللہ کریم خود کارساز ہے آپ بات خلوص سے کریں تو مخالف کا بھی آپ کے مشن کو فائدہ پہنچائے گا۔ اور یہ بات کہ اسے دوسروں سے چھپایا جائے درست نہیں۔ اگر تو یہ دین ہے تو اسے بیان کیا جائے یا خدانخواستہ دین نہیں ہے تو پھر چھپ کر کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے اسے چھوڑ دینا چاہئے لہذا پہلے یقین کامل حاصل کرنا ضروری ہے اور یہ دیکھ لینا چاہئے کہ اس سے دل میں سکون' عمل میں نیکی اور یقین میں قوت پیدا ہو رہی ہے تو پھر اس کو آدھے دل سے نہیں' صمیم قلب سے اور جم کر کرنا اور دوسروں تک پہنچانا ہی زندگی کا بہترین مصرف ہے۔

اس کے بعد آج تھوڑی دیر بازار تک گیا اور ہاتھ کی چھڑی کے بغیر گیا۔

اگرچہ تھوڑا ہی پیدل چلا زیادہ تو آنا جانا تو کار میں ہوا مگر اس کے باوجود ابھی ٹانگ پوری طرح بوجھ برداشت نہیں کرتی' دن بھر درد رہا۔ اب شام سے اور ٹانگوں میں درد بدستور ہے اللہ کریم رحم فرمائیں تو انشاء اللہ درست ہو جائے گا۔ دونوں چھوٹے بچے ساتھ تھے۔ چند چھوٹی چھوٹی چیزیں انہوں نے خریدیں اور واپس آ گئے۔

☆☆

(جاری ہے)

www.naqshbandiaowaisiah.com

قسط نمبر 6

سلسلہ وار ....

تصوف کی حقیقت' شیخ کی ضرورت و اہمیت' مقامِ شیخ اور آدابِ شیخ پر آسیہ اسد اعوان صاحبہ کا منفرد تحقیقی مقالہ

''طریق السلوك فی آدابِ الشیوخ''

نوٹ۔ (آسیہ اسد اعوان صاحبہ اب قلم کی دنیا میں ''اُمِ فاران'' ہو چکیں)

وضاحت

اس مقالہ میں اولین ترجیح موضوع کی وضاحت اور سمجھنے کو دی گئی عقلی اور نقلی دونوں اعتبار سے اور بغیر کسی جانبداری کے دلائل و براہین واقوال جمع کئے گئے ہیں۔ اور جہاں میں نے اپنے شیخ اور ان کے شیخ کے فرمودات نقل کئے ہیں وہاں بتدریج ''شیخ المکرم'' اور ''اعلیٰ حضرت'' کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ اعلیٰ حضرت سے میری مراد نسبت اویسیہ کے مجدد شیخ ''حضرت اللہ یار خانؒ (متوفی 1984ء) کی ذات مراد ہے۔ اللہ آپ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کے درجات مزید بلند فرمائے۔ آپؒ نے نسبت اویسیہ کی خلافت اپنے شاگرد ''حضرت مولانا محمد اکرم اعوان'' کو منتقل فرمائی جو سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے موجودہ شیخ ہیں اور جن کیلئے ''شیخ المکرم'' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

9- مقاصد تصوف و سلوک :-

مشائخ سے منقول ہے کہ :

التصوف الخروج من کل خلق دنی والد خول فی کلِ خلق سَنّی	تصوف تمام اخلاق رزیلہ سے الگ ہونے اور تمام اخلاقِ فاصلہ سے متصف ہونے کو کہتے ہیں۔

یہ تصوف کا بنیادی مقصود ہے یعنی صحیح عقیدہ اور فرائض و سنن کی پابندی کے بعد حصولِ تصوف مندرجہ بالا مقاصد کے ضمن میں اشد ضروری ہے۔ ان مقاصد کا حصول دو وجہ سے اہم ہے۔

1- معرفت الٰہی :-

اس لئے کہ :-

''تصوف کا موضوع'' ذات و صفاتِ الٰہی'' ہے اور اس کی غرض و غایت معرفت الٰہی ہے۔ جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے''

(مقامات تصوف)

☆ حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں :

''معرفت خدائی بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جو عاشقوں کو رسول ﷺ سے حاصل ہوا''

(مجالستہ النبی)

2- تزکیہ نفس و صفائے قلب :-

''تصوف کے بنیادی مقاصد میں سے ہے کہ نفس کا تزکیہ حاصل ہو (وہ تمام کدورتوں سے پاک ہو جائے) اور قلب کو اس کے سبب سے سفلی جذبات سے چھٹکارا مل جائے۔ تاکہ وہ ماسوئی اللہ سے بے نیاز ہو جائے۔ اور صوفیا نفس سے مذموم

www.naqshbandiaowaisiah.com

اخلاق وافعال مراد لیتے ہیں"

(اسلامی اخلاق وتصوف)

نیز یہی وہ واحد صورت ہے جس کے ذریعے سے شریعت ظاہری پہ بھی عمل کا حق ادا کیا جا سکتا ہے اور کامل اطاعت واتباع رسول ممکن ہے۔

☆ صاحب جامع الاصول نے اس سلسلہ میں ایک بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں

"قدیم زمانے سے یہ رسم چلی آرہی ہے اور تجربہ بھی اس پہ شاہد ہے کہ اندرونی نجاستوں اور غلاظتوں سے پاک و صاف ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور نماز کو حضورِ قلب اور خشوع سے ادا کرنا جس کو حدیث میں اِنَّ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ میں لفظ احسان سے تعبیر کیا گیا (وہ حضورِ قلب وخشوع) شیخِ کامل کی تربیت کے بغیر ممکن ہی نہیں، یعنی ظاہری شریعت پہ عمل کے لئے جس درجہ اخلاص اور خشوع وخضوع درکار ہے بنا باطنی قوت کے ممکن نہیں۔"

آگے اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ :

"کیونکہ شیخ ہی اندرونی امراض کا واقف اور ان کے علاج میں مہارت کا حامل ہوتا ہے۔ یہ بات (قلبی کیفیات) فقط علم حاصل کر لینے اور تو وہ درتو وہ کتابوں کے مطالعے سے حاصل نہیں ہوتیں کیونکہ نفس کی باریکیوں اور راہزنیوں سے اور اس کے خفیہ آثار سے خود فقہ وحدیث کے بڑے بڑے علماء بھی محفوظ نہیں ہیں۔"

امام شعرانی اپنی مشہور کتاب "انوارِ قدسیہ" میں لکھتے ہیں :

"اندرونی نجاستوں کا دور کرنا واجب ہے پس اس طریق کا حاصل کرنا بھی واجب ہوگا جس سے وہ دور ہو سکیں اور اس کے لئے بجز اتباعِ شیخ کامل اور کوئی طریق نہیں"۔

اور اتباعِ شیخ کامل دراصل حصولِ طریقت کا ہی تو ذریعہ ہے۔

خلاصہ :-

مقاصدِ تصوف :-

مشائخ تصوف نے نصابِ تصوف کو مندرجہ ذیل چھ مراحل میں تقسیم کیا ہے۔

1- تزکیہءِ نفس :-

حضرت سلطان باہو اس آیت سے نفس کی وضاحت فرماتے ہیں :

افر ایت من ا تخذ الھہ ھو اہ	اے پیغمبر تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے

تزکیہءِ نفس راہِ سلوک میں پہلا قدم ہے۔ اس منزل میں ذہن و دل کو تمام آلائشوں، کدورتوں سے پاک کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تاکہ اخلاق رذیلہ مثلاً کذب، ریاکاری، منافقت، حسد، بغض، غیبت، کبر ونخوت عناد وغیرہ کا خاتمہ ہو اور ان کی جگہ عجز وانکسار خشوع وخضوع تواضع، صبر، شکر وغیرہ جیسے اوصافِ حمیدہ لے لیں۔"

صوفی کو اپنے نفس سے جہاد کرنا پڑتا ہے۔ حدیث پاک ہے :

www.naqshbandiaowaisiah.com

المجاهد من جاهد نفسهٗ	اصل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے

2- صفائے قلب :-

☆ حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں :

"تاثیرِ تصور اسم اللہ سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اور نفس کے تزکیہ سے تصفیہ قلب حاصل ہوتا ہے۔"

(مجالستہ النبی)

یعنی تزکیہ نفس کے اثرات سے دل کی کدورتیں دور ہو کر آئینہ قلب پہ لگا زنگ صاف ہو جاتا ہے۔ تزکیہ نفس سے صوفی قلب سلیم کا مالک بنتا ہے۔

جس کا تقاضا قرآن کرتا ہے۔

يوم لا تنفع مال ولا بنون الا من اتى الله بقلب سليم○	جس دن انسان کے نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد مگر جو اللہ کے پاس قلبِ سلیم (پاک دل) لایا

☆ حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں :

"حدیثِ پاک ہے کہ :

ان عينيي تنام ولا ينام قلبي	میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا

حضرت باہو تشریح فرماتے ہیں کہ :

"دل کے سونے سے مراد غفلت اور بیداری سے مراد یادِ الٰہی سے معمور ہونا ہے صوفیاء کا بھی یہ حال ہوتا ہے کہ سوتے جاگتے ان کا دل ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔"

(مجالستہ النبی)

3- اطاعتِ الٰهی :-

جب دل کی اصلاح ہو جاتی ہے تو بمطابق حدیثِ پاک پورے جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ پس پھر اطاعت کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ جو تقاضائے ایمان ہے۔ کہ اسی سے ایمان کی تصدیق و توثیق ہوتی ہے۔

اطاعتِ حق کے لئے اطاعتِ رسول شرط ہے۔

اطيعوا الله و اطيعوا الرسول	اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی
من يطع الرسول فقد اطاع الله	جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی

4- محبتِ الٰهی :-

اطاعتِ حق کے عروج و کمال کی کیفیت یہ ہے کہ صوفی کے رگ و پے میں یہ جذبہ جاگزیں ہو جائے۔ اس کے قول و فعل میں نافرمانی کا شائبہ تک نہ رہے اور ایسا صرف عشقِ الٰہی و عشقِ رسول ﷺ ہی کرا سکتا ہے۔

پس حکم ہو رہا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

والذین امنوا اشد حبا للہ	ایمان والے اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں

محبتِ الٰہی میں محبتِ رسول بھی شامل ہے۔

فرمایا :

''تم میں سے کوئی شخص مومنِ کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''

☆ حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں:-

''محبت الٰہی بندہ کے حق میں اور بندہ کی محبت اللہ کے ساتھ کتاب وسنت سے ثابت ہے کہ اللہ کے جو دوست ہیں انہیں اللہ بھی دوست رکھتا ہے بلکہ دوستوں کے دوستوں کو بھی محبوب رکھتا ہے''

(کشف المحجوب)

5- رضائے الٰهی :-

قرآن کہتا ہے :

ورضوان من اللہ اکبر	اور اللہ کی خوشنودی سب سے بڑی نعمت ہے

رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے تگ ودو کرنے والوں کو قرآن پسند فرماتا ہے۔

تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا (الفتح)	تو انہیں دیکھتا ہے کبھی رکوع وسجود میں ہیں ہر طرح سے اس کے فضل اور رضامندی کے طلب گار ہیں

☆ حضرت سہل تستری فرماتے ہیں :

''محبت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت سے معانق (پیوستہ) رہے اور مخالف امور سے مجتنب ہو''

(یعنی اجتناب کرے)

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ :

''ایسا اس لئے ہے کہ جب دل میں دوستی کی قوت زیادہ ہوتی ہے تو دوست کا حکم آسان ہو جاتا ہے۔ جہاں تک ملحدین کا یہ قول ہے کہ بندہ دوستی میں اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ اطاعت اسے معاف ہو جاتی ہے تو یہ غلط ہے اور خالص زندقہ ہے۔''

(کشف المحجوب)

6- معرفتِ الٰهی :-

ان تمام مراحل سے گزر کر صوفی کو معرفتِ الٰہی نصیب ہوتی ہے اور ظلماتِ جہاں کے حجابات اُٹھ جاتے ہیں اور وہ دنیا و مافیھا سے بے نیاز ہو کر صرف ذاتِ الٰہی کو ہر سو جلوہ گر پاتا ہے۔

(جاری ہے۔)